امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 رمضان المبارک 1438ھ بمطابق جولائی 2017ء شمارہ 5

امیر المؤمنین کے بیٹے نے قربانی دی

فرزند امیر المؤمنین کا فدائی حملہ دشمن کے منہ پر زوردار طمانچہ

قندھار فتوحات کا خیر مقدم

مجاہدین کے کامیاب جنگی حربے

امریکا نے شکست تسلیم کر لی

منصوری آپریشن سے وائٹ ہاؤس پریشان

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ عَمْرِوبْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَامِنْ اِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهٗ دُوْنَ ذَوِىْ الْحَاجَةِ وَالْخَلّةِ وَالْمَسْكَنَةِ اِلاَّ اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ۔[رواه الترمذى]

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ جو حکمران ضرورت مند وں اور کمزور بندوں کے لئے اپنادروازہ بند کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت ،اس کی ضرورت اوراس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کرلے گا[یعنی اس کی ضرورت مندی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوگی] جامع ترمذی۔

Designed by

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

ان افراد کو بتاتے ہیں، جو امارت اسلامیہ کے جہادی افتخارات کو پاکستان، ایران اور دیگر کو منسوب کرتے ہیں، کہ ایسے غلط تعبیرات سے کبھی بھی مجاہدین اور بااحساس عوام کو ان کے مسیر سے منحرف نہیں کرسکوگے۔ ہماری مجاہد عوام کو اپنے دین اور ضمیر کی ذمہ داریوں کا گہرا احساس ہے۔ وہ (عوام) مشاہدہ کررہا ہے، کہ ان کے گھر میں امریکی اور نیٹو لشکر گھس آئی ہے۔ سرزمین اسلام پر کفری لشکر کے جھنڈے لہرائے جارہے ہیں، تو اسی وجہ سے جہاد کی راہ کو اپنالی ہے۔ امارت اسلامیہ کی جہادی مؤقف، مشروعیت، حقانیت اور استقلال ماضی سے اظہر من الشمس اور واضح حقیقت ہے، جسے آئندہ تاریخ سنہری حروف میں محفوظ کریگی۔

Designed

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۶/رمضان ۱۴۳۸ جولائی ۲۰۱۷/شمارہ ۵

مدیر اعلیٰ ولید افغان

نائب مدیر شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان ہارون بلخی

اکرم تاشفین محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

فرزند امیر المؤمنین کا فدائی حملہ دشمن کے منہ پر زوردار طمانچہ	۲
منصور شہید کی زندگی و خصوصیات	۳
ٹرمپ سعودیہ میں، مستقبل کے ناپاک عزائم	۶
مولوی محمد سرور رحمہ اللہ	۱۰
امیر المؤمنین کے بیٹے نے قربانی دی	۱۲
افغان فوج کی بڑھتی ہوئی ہلاکتیں	۱۴
قندھار: فتوحات کا خیر مقدم	۱۶
عمری آپریشن ایک نظر میں	۱۸
سعودیہ و قطر کا خطرناک مسئلہ	۲۰
امریکا نے شکست تسلیم کرلی	۲۳
افغانستان کی آزادی کا راستہ	۲۴
امریکی آکسیجن پر سانس لیتی کابل انتظامیہ	۲۵
منصوری آپریشن سے وہائٹ ہاؤس پریشان	۲۶
افغان حکومت کی انتہائے ذلت	۲۷
ایک قابل تعریف اقدام	۲۸
مجاہدین کے کامیاب جنگی حربے	۲۹
کابل حکومت کی امید پوری نہ ہوسکی	۳۰
کٹھ پتلیوں کو اب آزادی یاد آئی؟!	۳۱
نیٹو افغانستان سے کیا چاہتا ہے؟	۳۲
عید الفطر کے بعد کی جہادی فتوحات	۳۳
مجاہدین کی نئی جنگی حکمت عملی	۳۴
نفرت آمیز اور وحشیانہ جنگ!	۳۶
پیارے سپاہی!	۳۸
افغانستان مئی 2017 میں	۴۰
جنگی جرائم مئی 2017	۴۳

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

فرزند امیر المؤمنین کا فدائی حملہ دشمن کے منہ پر زوردار طمانچہ

ہم سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام تخلوق میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی ہستی نہیں اور پھر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ بقول شاعر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کا مقام و مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان برگزیدہ اور محبوب ترین ہستیوں کو دین کی حفاظت اور اشاعت کے لیے انسانی سوچ اور تصور سے ماوراء مصائب و تکالیف سے دوچار کیا ہے، یہاں تک کہ ایک کثیر تعداد نے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اہل و عیال سمیت اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ نبوت ملنے کے بعد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی تکالیف و مصائب سے بھرپور زندگی تھی اور مدنی زندگی میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جان نثار ساتھیوں نے اسلام، مسلمانوں، اسلامی سرحدات اور دین اسلام کی دفاع اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دشمن سے مقابلوں اور لڑائیوں میں قربانیوں کی ایک لازوال تاریخ رقم کی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی حفاظت کی خاطر جان قربان کرنے کا عزم لے کر 27 مرتبہ دشمن کے مقابلے میں میدان کارزار میں کود پڑے۔ جبیں اور رخسار مبارک پر زخم آئے، دندان مبارک شہید ہوگئے اور علی الاعلان فرماتے رہتے کہ: مجھے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید ہو جاؤں۔

سوچئے! کائنات کی افضل ترین ہستی جس دین کے لئے بار بار شہید ہونے کی تمنا کر رہی ہے تو اس دین کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کیا مقام و مرتبہ ہو گا؟

اسلام کے وفادار بیٹے جب اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانیوں کو دیکھتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ انہیں اللہ کی راہ میں اپنی قربانی کم لگنے لگتی ہے بلکہ انہیں یہ حسرت بھی رہتی ہے کہ کاش! کئی بار اللہ تعالیٰ کے دین سے قربان ہو جاتے۔ فرزندان اسلام اپنے رب ذوالجلال کے ساتھ کیے گئے معاہدہ بیع میں اپنی جانوں کو کوتاسکہ سمجھتے ہیں لیکن اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

ماضی اور حال کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انگریز، روس اور آج کے دور میں امریکہ کے افغانستان پر یلغار میں افغانوں نے بڑے بڑے مالی نقصانات کے ساتھ ساتھ لاکھوں قیمتی جانیں بھی قربان کی ہیں جن پر دکھ اور غم کا ہونا طبعی اور فطری بات ہے لیکن یہ کہ یہ جانیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس کے دین کی حفاظت کے لیے قربان کی گئیں ہیں، اور ان کی قربانیوں کے نتیجے میں بڑی بڑی طاقتیں شرمناک شکست سے دوچار ہوئی ہیں اور انہی قربانیوں کی بدولت امت مسلمہ ظالم اور غاصب قوتوں سے مامون و محفوظ ہوئی ہے، اس لئے ہم ان لاکھوں فرزندان اسلام کی قربانیوں پر خوش ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں۔

آج کل ہمارے دشمن کی کوشش ہے کہ غیر مسلم تو در کنار کسی طرح مسلمانوں کے افکار و اذہان میں بھی یہ بات بٹھائے کہ مجاہدین کی جاری لڑائی اقتدار اور کرسی کے حصول کے لئے ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا کے سامنے ہمیں ایسے پیش کرتا ہے جیسے ہم نے جنگل کے سوا کچھ نہیں دیکھا نہ ہی ہمیں جنگ کے علاوہ دنیا کی کسی چیز کا علم ہے۔

الحمد للہ ہم انسان ہیں، جنگلی جانور نہیں، ہم انسانی اقدار سے واقف ہیں، ہم نے دنیا دیکھی ہے، دنیا کی رنگینیوں سے باخبر ہیں، اپنے، اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کے لئے شریعت کے مطابق آرام و سکون کی زندگی چاہتے ہیں لیکن دنیا کی ظالم طاقتیں ہمیں آرام و سکون کی زندگی بسر کرنے نہیں دیتے، وقت کے ہر ظالم نے اپنے مذموم مقاصد و اہداف کے لیے ہم پر حملہ بول دیا ہے اور ہمارے امن و امان اور آرام و سکون کو تہس نہس کر رکھا ہے۔

جی ہاں ہم مانتے ہیں کہ باوجود یکہ جنگ ہمارا محبوب مشغلہ نہیں لیکن ہماری آزادی کو چیلنج کرنے والے دشمن کے خلاف ہمارے جوان سینہ سپر ہو کر لڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے دشمن کے ساتھ مقابلہ خوشی کے ساتھ جاری رکھا ہوا ہے، ہر چھوٹا بڑا بڑے شوق اور جذبہ کے ساتھ اس راہ میں اپنے مال و جان کی قربانی دے رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ وہ مقابلہ اور اللہ تعالیٰ کا وہ اہم حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی اس کی بجا آوری میں گزر گئی تھی اور یہ قربانی وہ قربانی ہے جس کی آرزو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار ہا کر چکے ہیں۔

دنیا میں مسلمانوں پر مسلط کئے جانے والی تمام جنگوں میں جن کا ہدف مادی فوائد کے حصول اور مسلمانوں کے خلاف تعصب اور دشمنی کے اظہار کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جن میں صرف کرائے کے فوجی مرتے ہیں اور کسی بڑے لیڈر کا محاذ پر جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی کوئی یہ دکھا سکتا ہے کہ کوئی بڑا لیڈر یا عہدیدار خود جنگی محاذ پر لڑنے کے لئے گیا ہو یا اپنے بیٹے اور عزیز کو کسی گرم محاذ پر بھیجا ہو۔ یہ لوگ خود تو پر امن شہروں میں رہتے ہیں، بلٹ پروف گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں، ان کے بچے عیش و عشرت سے بھرپور زندگی گزارتے ہیں۔ جنگ میں مرتے ہیں تو صرف کرایے کے فوجی مرتے ہیں۔ لیکن ہمارا حال ان سے مختلف ہے، ہماری جد و جہد شعوری اور مقدس بنیادوں پر قائم ہے، انتہائی اعلیٰ اور پاک و صاف اہداف کے لیے ہے نہ کہ کسی مادی فوائد یا حصول اقتدار کے لئے۔ اس لئے چھوٹے مجاہدین کے ساتھ ساتھ امارت کے اعلیٰ پائے کے رہنما حتی کہ امیر المومنین، ان کے نائبین اور ان کے جوانسال بچے اس راہ میں اپنی جان کی قربانی دیتے آئے ہیں، اسے اپنے لیے سعادت اور فخر سمجھتے ہیں اور اپنے ہدف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔

قارئین کرام کو معلوم ہو گا کہ گزشتہ دنوں امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ مدظلہ کے فرزند حافظ خالد (عبد الرحمن) نے دشمن پر فدائی حملہ کیا اور شہادت پائی۔ جو پوری دنیا کے لیے باعث حیرت ہے کیونکہ اس مادی دور میں کسی ملک کے سربراہ کے بیٹے کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خود دشمن کے مقابلے میں محاذ پر جائے، اپنی جان داو پر لگانا تو بہت دور کی بات ہے۔

لیکن جو لوگ ہماری تحریک سے واقف ہیں اور شروع سے لے کر اب تک کے حالات سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس قسم کی قربانیاں یہاں روز کا معمول ہیں۔ امیر المومنین کے فرزند کی شہادت دشمن کے اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب ہے کہ امارت اسلامیہ کے رہنما دوسروں کے بچوں کو جہاد کے نام پر مروا رہے ہیں جبکہ خود ان کے اپنے بچے محفوظ ٹھکانوں میں ہیں۔

شر اور فساد کے خلاف شروع ہونے والی اس تحریک کے بانی رہنماؤں نے اسلام اور مسلمانوں کی دفاع کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے بعد صلیبیوں کی یلغار کے مقابلے میں شروع ہونے والے جہاد فی سبیل اللہ میں جان کی قربانی کا عزم لے کر نکلے اور عملاً قربانی کی ایک لازوال تاریخ رقم کی اور کر رہے ہیں۔ ایک عام عہدیدار سے لے کر امیر المومنین تک ہر فرد جان کی بازی لگانے کا عزم لے کر ہی ذمہ داری قبول کرتا ہے، یہ لوگ میدان جنگ کے شہسوار ہیں اسی لیے لیلائے شہادت کو گلے لگاتے ہیں اور ان کی شہادت سے ہم کمزور نہیں بلکہ مضبوط ہوتے ہیں اور تحریک میں نئی جان آتی ہے۔ یہ کاروان عزم و ہمت ہے، یہ ٹھہرنے یا پیچھے ہٹنے والا نہیں، آگے ہی آگے بڑھتا ہے اور منزل کو پانے تک بڑھتا ہی رہے گا۔ ان شاء اللہ

منصور شہید کی زندگی وخصوصیات

شہید قائد کا شمار ان رہنماؤں میں ہوتا ہے، جنہوں نے امارت اسلامیہ کے آغاز سے صلیبیوں کی یلغار تک اور اس کے بعد افغانستان کے اندر کٹھن حالات، مشکلات اور چیلنجز کا جرأت مندی سے مقابلہ کیا ہے۔ جس کے باعث وہ بھی اولو العزم قائدین کی فہرست میں شامل ہوئے۔ انہوں نے ہمیشہ حالات کا بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ اللہ تعالی نے انہیں ایسی صلاحیت دی تھی کہ انہوں نے ایک خاص مہارت سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ وہ ایک متحرک اور فعال رہنما تھے۔ وہ حالات سے گھبرا کر کونے میں بیٹھنے کے بجائے مقابلہ کرنے پر اصرار کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی جدوجہد اور قربانی ایک محدود وقت اور خصوصی ذمہ داریوں تک محدود نہیں کی، وہ امارت اسلامیہ کے دور میں ایئر فورس وزارت کے سربراہ، وزیر سیاحت، ملا محمد عمر مجاہد کے معتمدِ خاص اور مشیر، مشاورتی کونسل کے رکن، امارت اسلامیہ کے معاون سربراہ اور بعد ازاں امارت اسلامیہ کے قائد مقرر ہوئے۔ وہ قندھار کے جہادی انچارج بھی رہے۔ انہوں نے ان تمام ذمہ داریوں کے دوران پوری ایمان داری، خلوص نیت اور دیانت داری سے کام کیا۔ انہوں نے مختلف مراحل کے دوران جہادی جذبے سے سرشار ہو کر ملت کی تعمیر و ترقی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

منصور شہید ان لوگوں میں سے نہیں تھے، جو امریکی جارحیت کے بعد امارت اسلامیہ کے بعض اقدامات اور پالیسیوں پر اعتراضات اور تنقید کرتے ہوئے محفوظ ٹھکانوں میں روپوش ہوگئے۔ میڈیا کے ساتھ اظہار خیال کرتے وقت اپنا اور اپنے بچوں کے تحفظ کی خاطر امارت اسلامیہ سے روگردانی کی۔ وہ کوشش کرتے تھے کہ مخصوص اقدامات سے خود کو دشمن کے کچھ قریب کر کے اپنا تحفظ یقینی بنائیں۔ ایسے کمزور لوگوں نے ماضی کی جدوجہد اور قربانیوں پر پشیمانی اختیار کی۔ تاہم منصور شہید رحمہ اللہ کی ڈکشنری میں ایسے کٹھن حالات میں ناکامی اور مایوسی کا لفظ نہیں تھا۔

انہوں نے جوان مردی سے حالات کا بھرپور مقابلہ کیا۔ انہوں نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی عدم موجودگی اور ان کی وفات کے بعد امارت اسلامیہ کی سیاسی اور فوجی پالیسی ایسے کامیاب طریقے سے برقرار رکھی کہ 2 سال تک کسی کو پتا بھی نہ چلا اور نہ ہی یہ خلا محسوس کیا کہ ملا محمد عمر مجاہد انتقال کر گئے ہیں۔ مجاہدین تک نے یہ محسوس نہیں کیا کہ امارت اسلامیہ کی قیادت ملا محمد عمر کر رہے ہیں یا منصور صاحب۔

شہید امیر نے مشکل ترین اور کٹھن حالات میں بالخصوص ملا محمد عمر مجاہد کے انتقال کے بعد ایسے چیلنجز کا جرأت مندی سے مقابلہ کیا کہ موجودہ دور میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔ جب منصور شہید امارت اسلامیہ کے نائب امیر تھے تو امارت اسلامیہ نے سیاسی میدان میں ناقابل یقین حد تک پیش رفت کی۔ قطر میں امارت کے سیاسی دفتر کا قیام، گرفتار امریکی فوجی کے تبادلے میں گوانتاناموبے سے پانچ مجاہد قیدیوں کی رہا کرایا، جنہوں نے 13 سال امریکا کے بدنام زمانہ جیل میں انسانیت سوز مظالم برداشت کیے۔ امریکا کی جانب سے امارت اسلامیہ کو مذاکرات کی پیش کش، یہ منصور شہید کے وہ تمام قابل فخر اقدامات ہیں، جن کے باعث امارت اسلامیہ کو سیاسی میدان میں اہم مقام ملا اور بین الاقوامی سطح پر امارت اسلامیہ کو ایک سیاسی قوت تسلیم کر کے دنیا کے بیشتر ممالک نے سیاسی رابطے بحال کیے۔

منصور شہید باصلاحیت، تجربہ کار، تعلیم یافتہ افراد اور نااہل لوگوں کو بخوبی جانتے تھے۔ منصور شہید مکالمے اور اچھی تجاویز غور سے سنتے تھے۔ خود کم بولتے اور دوسروں کی باتیں زیادہ سنتے تھے۔ انہوں نے امارت اسلامیہ میں بااثر اور ممتاز شخصیات کی موجودگی میں اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت خود کو ملا محمد عمر مجاہد کے اتنا قریب کر دیا کہ ملا محمد عمر نے ان پر زندگی کے آخر تک بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔ منصور شہید نے بھی اپنی زندگی کے آخر تک یہ اعتماد برقرار رکھا۔ پبلک، بین

الاقوامی دنیا، امارت اسلامیہ کے مجاہدین اور خاص طور پر دشمنان اسلام یہ سمجھتے تھے کہ امارت اسلامیہ صرف ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں متحد اور مضبوط رہے گی۔ اگر یہ شہید ہوئے یا انتقال کر گئے تو ان کے بعد امارت اسلامیہ میں پھر ایسا کوئی رہنما نہیں مل سکتا کہ وہ یہ خلاپُر کر سکے۔ امارت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ مجاہدین متحد نہیں رہ سکیں گے۔ الحمدللہ امارت اسلامیہ کا ڈھانچہ نہ صرف برقرار رہا، بلکہ متحد اور مضبوط بھی رہا۔ تمام مفروضوں اور قیاس آرائیوں کے برخلاف امارت اسلامیہ کے رہنماؤں، نوجوانوں، مجاہدین، سیاسی رہنماؤں اور عام مجاہدین نے بڑی اکثریت کے ساتھ منصور شہید کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے بیعت کا فریضہ انجام دیا۔

منصور شہید بھی ملا محمد عمر مجاہد کی طرح امارت کی قیادت سنبھالنے پر ناخوش تھے۔ انہوں نے اپنے لیے اس اہم عہدے کی ذمہ داری کا بوجھ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مولانا نور محمد ثاقب کے بقول ان کے انتخاب اور بیعت کے وقت انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی بغل میں بند کر لیا، تاکہ مجھ پر بیعت نہ لی جائے۔ وہ رو رہے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد بھی امیر المؤمنین منتخب ہونے پر رو رہے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کی چادر آنسوؤں سے تر ہو کر رہ گئی تھی۔ منصور شہید نے بھی ملا محمد عمر مجاہد کی طرح موروثی اور خاندانی اجارہ داری کے خلاف قدم اٹھایا اور امارت اسلامیہ میں اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو اہم عہدوں پر مقرر کیا نہ ہی اس حوالے سے انہوں نے کوئی وصیت اور سفارش کی۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے ساتھ منصور شہید کے قریبی تعلقات تھے۔ ملا محمد عمر رحمہ اللہ ملا اختر محمد منصور کے ساتھ اہم امور پر مشاورت کرنے کے لیے کبھی کبھار قندھار ایئر پورٹ بھی آتے تھے۔

جب ان کے ساتھ میری پہلی ملاقات ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت اچھی خصوصیات اور صفات کے حامل ہیں۔ اللہ نے انہیں بہترین استعداد سے نوازا ہے۔ وہ ساتھیوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے، بلکہ سب کے ساتھ یکساں تعلق رکھتے تھے۔ ان کی فطرت میں سخاوت تھی۔ اہم منصب پر براجمان ہونے کے باوجود ان کی ملنساری، کرم نوازی اور تواضع کی صفات برقرار تھیں۔ وہ ہشاش بشاش طبیعت کے مالک اور ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنے والے تھے۔ وہ اسلام اور امارت اسلامیہ کے سب سے زیادہ وفادار تھے۔ اپنے ساتھیوں کو کسی بھی موقع پر نہیں بھلاتے تھے۔ ان میں کچھ ایسی اعلیٰ خصوصیات اور اخلاقی معیارات موجود تھے، جن کی بدولت وہ تمام ساتھیوں سے محبت کرتے تھے۔ ایسی صفات دیگر رہنماؤں میں ان کی نسبت بہت کم پائی جاتی تھیں۔ وہ جس طرح عملی اور روحانی نفاق سے دور تھے، اسی طرح وہ سیاسی منافقت اور دوغلی پالیسی کے بھی مخالف تھے۔ منصور شہید بزدل تھے نہ ہی مکار سیاست دان۔

منصور شہید جیسے اپنی زندگی میں مسلمانوں میں جتنی مقبولیت رکھتے تھے، اسی طرح شہادت کے بعد بھی مسلمانوں میں وہ ایک مقبول رہنما کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے ان کے ایصال ثواب کے لیے قران خوانی، صدقات اور دعاؤں کا خوب اہتمام کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے ان کے خاندان کے نام تعزیتی پیغامات بھیجے۔ جس طرح ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کے بعد ملا اختر محمد منصور کو متفقہ طور پر امارت اسلامیہ کا امیر المؤمنین منتخب کیا گیا، اسی طرح منصور شہید کی شہادت کے بعد نئے امیر شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخوندزادہ حفظہ اللہ کو بھی متفقہ طور پر امیر المؤمنین منتخب کیا گیا۔ موصوف سیاست، علم، فقاہت اور دوراندیشی میں اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے سابقہ دور میں اہم فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ ملا محمد عمر مجاہد نے ان پر بھرپور اعتماد کیا تھا۔ بیک وقت انہیں دو ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ وہ ننگرہار کے گورنر اور کابل میں وزراء کی کونسل کے معاون سربراہ تھے۔ منصور شہید امارت اسلامیہ کے ان باصلاحیت اور قابل اعتماد رہنماؤں میں تھے، جو بیک وقت سیاسی اور فوجی امور کا تجربہ رکھتے تھے۔ انہیں ملا محمد عمر نے چند اہم ذمہ داریاں انہی کے سپرد کر رکھی تھیں۔ وہ افغانستان ایئر فورس کے جنرل کمانڈر اور نائب وزیر دفاع تھے۔ وہ وزیر سیاحت بھی رہے ہیں۔ ملا محمد عمر مجاہد کے خصوصی مشیر اور معتمد خاص تھے۔ بعد ازاں ان کے نائب مقرر ہوئے۔ یہ سب وہ اہم ذمہ داریاں تھیں، جو منصور شہید کئی برس تک مسلسل پوری کرتے رہے۔ ملا محمد عمر مجاہد نے ان پر اتنا اعتماد کیا تھا کہ منصور شہید جب چاہتے تھے، ملا صاحب سے ملاقات کر سکتے تھے۔

افغانستان کے تمام ہوائی اڈوں پر 'گزشتہ حکومتوں نے مساجد تعمیر نہیں کی تھیں۔' منصور شہید نے اپنے دورِ وزارت میں ہر ایئر پورٹ پر ایک خوب صورت مسجد تعمیر کی۔ جب کہ کچھ ہوائی اڈوں پر بچوں کے حفظ قران کے لیے دارالحفاظ بھی قائم کیے۔ وہ بہت سخی انسان تھے۔ انہوں نے کبھی بیت المال سے ایک روپیہ بھی ضرورت سے زائد نہیں لیا۔ انہوں نے امیر المؤمنین ہونے کے ناطے بہت سے غریب مجاہدین کو شادی کے لیے اخراجات فراہم کیے۔ وہ متوازن مزاج کے مالک تھے۔ وہ جس منصب پر بھی فائز ہوتے، ان کا مزاج مدرسے کے طالب علم جیسا

ہوتا۔ ان کے رویے میں تبدیلی نہیں آتی تھی۔ وہ شریف النفس اور خوش طبع تھے۔ وہ اپنے قریبی ساتھیوں کے ساتھ بے تکلفی سے پیش آتے۔ ان کی مسکراہٹ کا عجیب انداز تھا۔ وہ بہت شریں بیان تھے۔ سیاست اور حکمرانی کا منصب ان کے اعتدال پسند مزاج پر اثرانداز ہوا اور نہ ہی ان کی بہترین صفات میں تبدیلی آئی۔ منصور شہید ذاتی لحاظ سے بھی اچھی صفات اور نیک کردار کے مالک تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد کے ساتھ قریبی تعلقات، اعتماد اور ان کی صحبت سے بھی ان کی شخصیت میں مزید نکھار آیا۔ وہ طاقت، منصب، پیسوں، گاڑیوں اور دیگر مادیات کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ انہیں طالب علم، جہاد، ہجرت، سخاوت، حج کی سعادت، غازی اور بالآخر شہادت کے اعلی مقام کا اعزاز حاصل ہے۔ منصور شہید مجاہدین کی کثرت کے بجائے مختلف ادوار میں ان کی نظریاتی تربیت پر بھرپور توجہ دیتے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ ان کے کارکن تربیت یافتہ ہوں۔

منصور شہید کو اللہ نے صلاحیت اور قبولیت دونوں سے نوازا تھا۔ وہ دور وزارت کے دوران سابقہ حکومتوں کے سینئر اور جونیئر ملازمین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے تھے۔ وہ اپنی وزارت کے تمام امور کی خود نگرانی کرتے تھے اور وزارت کے ماتحت تمام علاقوں میں بلا خوف و خطر نقل و حرکت کرتے تھے۔ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھاتے تھے۔ وہ بہت زیرک انسان اور مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ وہ ریاکار نہیں اور نہ دکھاوے کا کوئی عمل کرتے تھے۔ وہ سچے تھے۔ جھوٹ سے نفرت کرتے تھے۔ وہ امین تھے۔ دھوکہ باز اور نااہل لوگوں سے ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ وہ وعدے کے بہت پابند تھے۔ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے۔ وہ حتی الوسع ساتھیوں کو ناراض نہیں کرتے تھے۔ اپنے اور دوسرے صوبوں کے ساتھیوں میں فرق نہیں کرتے تھے۔ بلا امتیاز سب پر یکساں طور پر شفقت کرتے تھے۔ ان کی شخصیت، اٹھنے بیٹھنے اور کردار سے عام لوگ بھی اثر لیتے تھے۔ وہ وزارت کے منصب کے باعث خود کو دوسروں سے ممتاز نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ خود کو معاشرے کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ ساتھیوں اور معاشرے کے عام لوگوں کے ساتھ بلا امتیاز سلوک کرتے تھے۔ کسی کو بالاتری کا احساس نہیں دلاتے تھے۔ وہ ان تمام خوبیوں کے باوجود عوامی اجتماعات میں بہت کم خطاب کرتے تھے۔ وہ اختیارات کے حصول کے لیے باہمی تنازعات اور محاذ آرائی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

وہ پہلی ملاقات میں انسان کے دل میں اتر جاتے تھے۔ وہ زندگی کے آخر تک مذہبی اور قومی لباس استعمال کرتے تھے۔ وہ بطور تحفہ، رشوت یا خوف و لالچ سے عہدے تقسیم نہیں کرتے تھے، بلکہ باصلاحیت لوگوں کو ڈھونڈتے اور انہیں کام سپرد کرتے تھے۔ وہ یتیموں، معذوروں، بیواؤں اور عام غریب مسلمانوں پر دست شفقت رکھتے تھے۔ جب وہ ملا محمد عمر کے معاون تھے تو انہوں نے ایک سال میں 4 ہزار سے زائد یتیموں، معذوروں، بیواؤں اور ان کے وارثین کو مالی امداد فراہم کر کے کافی حد تک ان کی ضرورتوں کو پورا کیا۔ ملا محمد عمر کے بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں پر بہت مہربان اور ان کے ساتھ وفادار تھے۔ اسی طرح سینئر جہادی رہنما مولوی جلال الدین حقانی اور جہادی و علمی شخصیت مولوی نصراللہ منصور شہید کے خاندان اور بیٹوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔ ان کا خطاب اور طرز گفتگو بہت سادہ، عام فہم اور دل نشین تھا۔ وہ اپنے مخالفین کے لیے بھی نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ملا محمد عمر مجاہد کی جانب سے منصور شہید کو سپرد کی گئی ذمہ داریاں کسی سفارش، واسطہ یا ان کی چالاکی کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ سب کچھ ان کی خداداد صلاحیتوں اور ذاتی کمالات کی بنا پر اللہ نے انہیں اس عظیم خدمت کے لیے چنا تھا۔ وہ تفویض شدہ فرائض منصبی اور ذمہ داریوں کو اپنا حق نہیں، بلکہ ایک اہم ذمہ داری سمجھتے تھے۔ انہوں نے ملا محمد عمر مجاہد کے سامنے کبھی کسی منصب کا تقاضا کیا اور نہ ہی کسی کو منصب سے ہٹانے کے لیے شکایت کی۔ وہ غیبت، بہتان، شکایت، جھوٹ اور لالچ جیسی روحانی بیماریوں سے خود بھی بچنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کے لیے بھی یہ چیزیں ناپسندیدہ قرار دیتے تھے۔

اوباما اور جان کیری نے منصور شہید کی شہادت کا واقعہ اپنے لیے بڑا کارنامہ اور اہم پیش رفت قرار دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ منصور شہید کی عظیم شخصیت اور ان کا اعلی کردار صلیبی قوتوں کے لیے ملا محمد عمر مجاہد سے کم نہیں تھا۔ کیوں کہ وہ ہر کسی کی موت پر اتنی خوشی نہیں مناتے۔ وہ شروع دن سے اسلامی نظام کے نفاذ، قابض قوتوں اور کرپٹ عناصر سے آزادی کے لیے عملی میدان میں نکلے تھے۔ ہر قسم قربانی کے لیے تیار تھے۔ شہادت ان کی زندگی کی واحد اور عظیم تمنا تھی۔ وہ اپنے اس عظیم مقصد میں سرخ رُو ہوگئے۔ اللہ تعالی انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ [آمین]

ٹرمپ سعودیہ میں، مستقبل کے ناپاک عزائم

حسن مومند

امریکا میں صدارتی الیکشن کے نتیجے میں ہر نئے صدر کی آمد کے بعد اس کے پہلے بیرونی دورے کے متعلق بہت مشاورت کی جاتی ہے۔ بہت سے مشوروں کے بعد اس ملک کا انتخاب کیا جاتا ہے، صدر نے جس کا دورہ کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ دورہ بہت حد تک اہمیت کا حامل بھی ہوتا ہے۔ اس پر اندرون اور بیرون امریکا بہت تبصرے بھی ہوتے ہیں۔ وہائٹ ہاؤس میں 120 دن گزارنے کے بعد امریکا کے نئے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے پہلے بیرونی دورے کے لیے سعودی عرب کا انتخاب کیا گیا۔ ان کے دورے کو زیادہ اہمیت دینے کے لیے دارالحکومت ریاض میں ایک اہم کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں 55 اسلامی ممالک کے سربراہان اور مندوبین جمع کیے گئے تھے۔ ٹرمپ کو ان کی توقع سے بھی بڑھ کر سامعین پیش کیے گئے۔ اسلامی ممالک کے سربراہان کو خطاب کے دوران ٹرمپ نے اسلامی دنیا کے حوالے سے اپنی خارجہ پالیسی کو واضح کیا۔ یعنی دہشت گردی کے خلاف اسلامی ممالک کے ساتھ مشترکہ کوششوں کے نام پر مسلمان کو مسلمان کے خلاف استعمال کر کے عالمِ اسلام کی بربادی کی پالیسی۔

چوں کہ ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ایران اور امریکا کے درمیان معاہدہ ہونے کی وجہ سے سعودی عرب اور امریکا کے تعلقات بہت کشیدہ ہوگئے تھے۔ اس لیے ٹرمپ کے پہلے دورے کے لیے سعودی عرب کے انتخاب پر دنیا حیران تھی۔ سعودی عرب کے دارالحکومت میں منعقدہ یہ اجلاس، جسے امریکا اور عرب رہنماؤں کی کانفرنس کا نام دیا گیا تھا۔ اس کی میزبانی سعودی شاہ سلمان کر رہے تھے۔ جب کہ مہمان خصوصی امریکی صدر ٹرمپ تھے۔ ان کے خطاب کو اتنی اہمیت دی گئی کہ ایسا لگ رہا تھا، جیسے کانفرنس کا انعقاد ہی ان کی تقریر کے لیے کیا گیا ہے۔ ٹرمپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ مَیں اسلامی دنیا کو لیکچر دینے نہیں آیا، بلکہ ان کے تعاون سے دہشت گردی کے خاتمے اور دنیا میں قیامِ امن کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا: دنیا کو چاہیے کہ امریکا پر انحصار کرنے کے بجائے خود ہی دہشت گردی کے خلاف میدان میں آجائے۔ ٹرمپ نے اپنے خطاب میں ایران پر ایسی شدید تنقید کی، جیسے کانفرنس کا واحد مقصد ایران کو اکیلا کرنا اور ایران کے خلاف عرب دنیا کو ابھارنا اور متحد کرنا تھا۔ ٹرمپ نے مشرقِ وسطیٰ میں بدامنی کی تمام تر ذمہ داری ایران پر ڈال دی۔ انہوں نے مزید کہا کہ تہران دہشت گردی کی حمایت کرتا ہے۔ خطے میں دہشت گردی کے پھیلاؤ کا واحد سبب ایران ہے۔ ایران کی حمایت پر ہی بشارالاسد اپنے عوام کو مار رہا ہے۔ ایران جب تک امن کے لیے تیار نہ ہو، تمام ممالک اس کو تنہا کرنے کے لیے اقدامات کریں۔

ٹرمپ نے 110 ارب ڈالر قیمت کے اسلحہ کی فروخت کے معاہدے پر بھی دستخط کیے۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلطان نے کہا کہ سعودی عرب امریکا سے 250 ارب ڈالر کی قیمت کا مزید اسلحہ اور دفاعی آلات آئندہ 3 سالوں میں خریدے گا۔ یہ ٹرمپ کا پہلا بیرونی دورہ تھا۔ تجزیہ کاروں نے اس لیے بھی اسے اہمیت دی کہ ٹرمپ نے مشرقِ وسطیٰ کے حوالے سے اپنی پالیسی واضح کی ہے۔ انہوں نے یہ واضح کیا کہ وہ مشرقِ وسطیٰ نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں کے ہر اہم فیصلے میں امریکا کا حصہ لازمی ہوگا۔ ٹرمپ نے اپنے عرب اتحادیوں پر یہ بات واضح کر دی کہ امریکا ان کے شانہ بشانہ کھڑا ہے۔ مشترکہ مفادات اور پروگراموں کے لیے اس کے پاس جامع پلان ہے۔ انہوں نے ایک بڑے ملک کے صدر کی طرح نہیں، بلکہ ایک تاجر کی طرح شراکتِ مفادات کی پالیسی بار بار دہرائی، مگر مسلم دنیا پر واضح کیا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف خود اقدامات اٹھائیں۔ اس حوالے سے امریکا کا انتظار نہ

کریں۔ امریکا نے اسی پالیسی کے پیشِ نظر سعودی عرب کے ساتھ 110 ارب ڈالر کی قیمت کے اسلحہ کی فروختگی کا معاہدہ کیا، جس کے مطابق امریکا سعودی عرب کو جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی فراہم کرے گا۔ حالانکہ اس سے قبل امریکی صدر بارک اوباما نے کہا تھا کہ مشرق وسطی اب امریکا کے لیے اہم نہیں رہا۔ اس خطے کے ساتھ امریکا کے مفادات وابستہ نہیں رہے۔ اوباما ایسے ظاہر کر رہے تھے کہ اپنے اقتدار کے آخری سال اس پالیسی پر عمل کرنے لگیں گے، مگر وہ ایسا کر نہیں پائے۔ جب ان کے اقتدار کی مدت ختم ہونے لگی تو عراق کے شہر موصل میں امریکی فوج عراقی فوجیوں کے شانہ بشانہ مجاہدین کے خلاف لڑ رہی تھی۔

اوباما نے اپنے اقتدار کے دوسرے دورانیے میں ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے نرمی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے یہ تسلیم کر لیا تھا کہ ایران مشرق وسطی کے مسائل کے حل کا حصہ ہے۔ جب کہ سعودی عرب سمیت دیگر خلیجی ممالک پر امریکا کی جانب سے یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ وہ مشرق وسطی میں بدامنی کی آگ بھڑکانا چاہ رہے ہیں۔ دوسری طرف ٹرمپ نے عرب دنیا خصوصاً سعودی عرب کے ساتھ اپنی قربت دکھانے کے لیے ایران کو مشرق وسطی کے مسائل کی جڑ قرار دے دیا۔ سابق امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے عراق میں خطرناک اسلحے کی موجودگی کا بہانہ بنا کر عراق پر حملہ کیا، جس سے نہ صرف صدام حسین کو اقتدار سے ہٹایا گیا، بلکہ تمام حکومتی ڈھانچہ تباہ کر دیا۔ اس میں فوج سرفہرست تھی۔ امریکا نے اپنے کٹھ پتلی نوری المالکی کو عراق کا وزیر اعظم بنایا، جس سے عراق کے تمام اہم مناصب پر شیعہ حاکم ہوگئے، جو عراقی آبادی کا ایک تہائی ہیں۔ جب کہ 65 فیصد سے زیادہ آبادی رکھنے والے سُنیوں کو بالکل ہی محروم کر دیا گیا۔ جس سے عراق میں شیعہ اور سنی کے مابین اقتدار میں توازن برقرار نہیں رہا۔ کردوں کی جانب سے بھی آزادی کی تحریک اٹھائی گئی۔ جب مجاہدین کٹھ پتلی انتظامیہ کے خلاف میدان میں نکلے تو ان کے پیچھے سنی مسلمان کھڑے ہوگئے۔ شیعہ ان کے مقابل فریق بن گئے۔ یہیں سے عراق میں وہ خانہ جنگی شروع ہوئی، جس نے آج عراق کو بڑی تباہی کا شکار کر دیا ہے۔

امریکا کے ان تمام اقدامات کے ساتھ ساتھ عملاً ایران کا تعاون اور اس کی تائید اسے حاصل رہی۔ مہدی ملیشیا سمیت وہ تمام گروپ امریکا کے ساتھ اعلانیہ تعاون کرتے رہے، جو عراق میں مجاہدین کے خلاف لڑ رہے تھے۔ عراق میں امریکا اور شیعوں کے اس غیر اعلانیہ اتحاد کے دنوں میں ڈبلیو بش اور اوباما کے پہلے دور حکومت میں ایران سرکاری سطح پر امریکا کو 'شیطان بزرگ' اور مسلمانوں کا بڑا دشمن قرار دیتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ معتدل شخصیت حسن روحانی آگے لائے گئے۔ یہ اوباما کا دوسرا دور تھا۔ حسن روحانی نے اوباما کے دوسرے دور میں بہت طریقے سے امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے ساتھ ایران کے سفارتی تعلقات آگے بڑھائے۔ امریکا نے بھی ایران کے متعلق نرمی دکھائی اور ایرانی ایٹمی پروگرام کے حوالے سے دونوں ممالک کے درمیان تاریخی معاہدہ سامنے آیا۔ ایران نے امریکی اور مغربی قربت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خطے کے تمام ممالک پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، جس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔ ایران کی انہی کوششوں نے عرب دنیا اور سعودی اتحادی ممالک کو شدید اضطراب میں ڈال رکھا تھا۔ اسی لیے ایران اور امریکا سے سعودیہ کے سفارتی تعلقات خراب رہے۔

> ٹرمپ نے اپنے خطاب میں ایران پر ایسی شدید تنقید کی، جیسے کانفرنس کا واحد مقصد ایران کو اکیلا کرنا اور ایران کے خلاف عرب دنیا کو ابھارنا اور متحد کرنا تھا۔ ٹرمپ نے مشرق وسطی میں بدامنی کی تمام تر ذمہ داری ایران پر ڈال دی۔ انہوں نے مزید کہا کہ تہران دہشت گردی کی حمایت کرتا ہے۔ خطے میں دہشت گردی کے پھیلاؤ کا واحد سبب ایران ہے۔ ایران کی حمایت پر ہی بشار الاسد اپنے عوام کو مار رہا ہے۔ ایران جب تک امن کے لیے تیار نہ ہو، تمام ممالک اس کو تنہا کرنے کے لیے اقدامات کریں۔

ٹرمپ کی آمد کے ساتھ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ بات ایران کے خلاف جا رہی ہے۔ ٹرمپ نے وہائٹ ہاؤس آتے ہی ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے امریکا اور ایران کے درمیان ہونے والے معاہدے کو تاریخ کا سب سے بُرا معاہدہ قرار دیا۔ ان کے وزرائے خارجہ اور وزیر دفاع بھی اس معاہدے کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے سعودی عرب کے حالیہ دورے کے دوران ٹرمپ نے اپنی مشین کا رخ ایران کی جانب رکھا۔ یہاں منعقد کانفرنس میں شریک اسلامی ممالک کے سربراہان سے مطالبہ کیا کہ وہ ایران کے مقابلے میں متحد ہوں اور اس کے خلاف دشمنی کا اعلان کریں۔ بظاہر بات بہت خطرناک لگتی ہے، مگر تجزیہ کاروں کے مطابق اتنی خطرناک نہیں ہے، جتنی نظر آتی ہے۔ اگرچہ ٹرمپ نے ایران اور امریکا کے درمیان ہونے والے معاہدے کو تاریخ کا بدترین معاہدہ قرار دیا ہے،

مگر اب تک اس معاہدے کو ختم یا اس میں تبدیلی کی کوئی بات بھی سامنے نہیں لائی گئی۔ دوسری بات یہ کہ اس معاہدے کے نتیجے میں ایران کو اقتصادی سہولیات دینے کی جو ترجیحات متعین کی گئی تھی، اس میں کوئی تعطل اور انقطاع تک نہیں آیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ امریکا کے روس اور چین جیسے بڑے حریف کبھی بھی اس معاہدے پر نظر ثانی کو تیار نہیں ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ حسن روحانی جیسے اعتدال پسند صدر کا دوبارہ انتخاب ایرانی عوام کی جانب سے مغرب اور خصوصا امریکا سے قربت اور ان کے ساتھ بہتر تعلقات آگے بڑھانے کا اعلان ہے۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ ایران کے حالیہ انتخابات میں کسی اہم امیدوار کی جانب سے بھی امریکا کے خلاف نفرت انگیز بیان سامنے نہیں آیا۔ ہر امیدوار نے صرف اور صرف ایرانی معیشت کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے کی بات کی ہے۔ ٹرمپ سعودی عرب کے بعد اسرائیل گئے، جہاں انہوں نے امریکا اور اسرائیل کے درمیان ناقابل انقطاع دوستی کا عہد دہرایا۔ بیت اللحم میں فلسطینی صدر محمود عباس کے ساتھ بھی کچھ دیر سطحی سی ملاقات عمل میں آئی۔ ٹرمپ نے اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو سے ملاقات کے دوران فلسطین اور اسرائیل کے درمیان مسائل کے حل کے لیے مذاکرات کی بات بہت تاکید سے کی، مگر دو آزاد ریاستوں کی بات نیتن یاہو کو تو چھوڑیے محمود عباس سے بھی نہیں کی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فلسطین کے حوالے سے ٹرمپ کی پالیسی وہی ہے، جو اسرائیل کی ہے۔ یعنی فلسطینی مسلمانوں کے خلاف مظالم کا سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ زمین بھی غصب ہوتی رہے گی۔ فلسطینی بھی مارے جائیں گے۔ جیلوں میں بھی ڈالے جائیں گے۔ اس سب کے ساتھ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان مذاکرات بھی جاری رہیں، تاکہ ایک جانب اسرائیل صلح جو اور امن پسند کی حیثیت سے دنیا کے سامنے رہے اور دوسری طرف فلسطینیوں کی تمام امیدیں مذاکرات سے وابستہ رہیں۔ اس طرح غاصب اسرائیل کے خلاف مسلح جہاد کا راستہ بند رہے۔

ٹرمپ کا دورۂ اسرائیل اس حال میں تھا کہ اسرائیلی حکومت کی جانب جیلوں میں ڈالے گئے ہزاروں فلسطینی نوجوانوں، بچوں اور خواتین کی طرف سے اسرائیل کے خلاف بھوک ہڑتال شروع تھی، جسے اب ایک ماہ ہونے کو ہے۔ ٹرمپ کی اسرائیل آمد پر فلسطینی مسلمانوں کی جانب سے احتجاج کیا گیا۔ امریکا اور اسرائیل کے پرچم جلائے گئے۔ مظاہرین پر اسرائیلی فوج کی فائرنگ کے نتیجے میں 11 فلسطینی مسلمان زخمی ہوگئے۔ فلسطینی مسلمانوں سے غصب کردہ بیت المقدس اور غرب اردن میں 1967 سے اب تک 140 چھوٹے شہر بنے ہیں۔ جن میں بیرون ممالک سے لائے گئے 6 لاکھ یہودی آباد کیے گئے ہیں۔ اقوام متحدہ نے ان تمام بستیوں کو غیر قانونی قرار دیا ہے۔ ان بستیوں کو اسرائیل اور فلسطین کے درمیان صلح اور دو مستقل ممالک کے قیام کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا ہے، مگر جب اسرائیل کی پشت پر امریکا کھڑا ہے تو اقوام متحدہ یا دیگر عالمی دنیا نے اس کی کوئی پروا نہیں کی ہے۔ بہت ہٹ دھرمی سے فلسطینیوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے، ان کی زمینیں غصب کرنے اور مزاحمت کی صورت میں ان کے قتل عام کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ ٹرمپ نے اعلانیہ اسرائیلی غاصبانہ عمل کی تائید کی ہے۔ چوں کہ اسرائیل کا منصوبہ مقبوضہ بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنانے کا ہے۔ اس لیے اس کا امریکا سے مطالبہ ہے کہ اپنا سفارت خانہ یہاں منتقل کر دیا جائے۔ ٹرمپ نے اسرائیلی مطالبے کی تائید میں ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنا سفارت خانہ یہاں منتقل کریں گے۔ ٹرمپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن میں بننے والی بستیاں دونوں ممالک کے درمیان رکاوٹ نہیں، بلکہ نئی عمارتوں کی تعمیر رکاوٹ ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ امریکا اور دیگر مغربی دجالی قوتیں گریٹر اسرائیل کا قیام چاہتی ہیں۔ اس بات کے لیے حد سے زیادہ پُرجوش ہیں۔ عرب دنیا میں بدامنی، ہنگامے، نظاموں کی تباہی اور خانہ جنگی نے عرب دنیا کو اب اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ اسرائیل کی کسی نئی جارحیت اور قبضے کے خلاف سر اٹھا سکے۔ سعودی عرب جیسے کچھ عرب ممالک کی اچھی معیشت اسرائیل کی مشکلات میں اضافہ کر سکتی ہے، مگر اس لیے منصوبہ یہ ہے کہ اسرائیل کے غلبے کے لیے اسلحے کی خریداری کے نام پر عربوں کی معیشت نگل لی جائے۔ 110 ارب ڈالر کی قیمت کے اسلحے اور دفاع کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ ارادہ یہی ہے کہ آئندہ تین سالوں میں 3 ارب ڈالر کا معاہدہ سامنے لایا جائے گا۔ جب ٹرمپ دارالحکومت ریاض میں کھڑے ہو کر ایران کو سب سے بڑا خطرہ قرار دیتا ہے تو یہ اسی دجالی کھیل کا حصہ ہے۔ امریکا موجودہ حالات میں کبھی بھی ایران کے ساتھ لڑائی نہیں چاہے گا۔ امریکی منصوبے کے مطابق عرب دنیا پر ایران کا خوف اس وقت تک رہے گا، جب تک عرب دنیا میں امریکا کے تمام منصوبے پورے نہ ہو جائیں۔ جب پورے مشرق وسطی میں امریکا

اور مغرب کے منصوبے پورے ہو جائیں گے، (ایسا نہیں ہو گا، ان شاء اللہ) پھر امریکا اور اسرائیل مل کر ایران کے خلاف جنگ کی فضا قائم کریں گے۔

اسرائیل کے بعد ویٹیکن اور برسلز میں نیٹو کے اجلاس میں شرکت کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ نیٹو کے رکن یورپی ممالک کے سربراہان کے ساتھ ملاقاتوں میں بھی ریاض کانفرنس کی کامیابیوں اور 40 اسلامی ممالک کی مشترکہ فوج کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے، مشرق وسطی کے اسلامی مملک کے درمیان خانہ جنگیوں کے قیام کے شیطانی منصوبوں پر بات چیت ہو گی۔ حیرت کی بات ہے کہ نام اسلامی اتحاد کا ہے، مگر تعاون اسلام اور مسلمانوں کے اس بڑے دشمن سے مانگا جا رہا ہے، جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کر چکا ہے۔ ان کے ہاتھ مظلوم مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ بہت سے اسلامی ممالک پر ان کا ہے۔ گزشتہ 15 سالوں سے مسلمان ان کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ یہ کیسا اتحاد ہے، جہاں ایک اسلامی ملک کو دھمکی دی جاتی ہے، مگر دنیا کے مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے لیے ایک کمزور آواز بھی نہیں اٹھائی جاتی۔ مظلوموں کے بجائے ظالموں کی ہاں میں ہاں ملانا تو انتہا درجے کا ظلم ہے۔ جو بھی اتحاد مشترکہ دشمن کے خلاف بنتا ہے تو ہر کوئی یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ اس اتحاد کا مشترکہ دشمن کون ہے؟

اس اتحاد میں تمام ترسنی ممالک جمع کیے گئے ہیں۔ سب کو امریکی حمایت حاصل ہے تو فطرۃً اس کے مقابلے میں روسی حمایت یافتہ اتحاد بنے گا اور مسلم ملت شیعہ اتحاد اور سنی اتحاد جیسے دو بڑے حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ کلمہ توحید رنگ، نسل، جغرافیے اور دیگر تمام مصنوعی دیواروں کو گراتا ہے۔ امت کو ایک صف میں کھڑا کرتا ہے۔ اس کلمے نے جن مسلم حکام سے پاسبانی کا تقاضا کیا، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہی حکمرانوں کی حد سے زیادہ مادہ پرستی اور شوق اقتدار نے اس ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ ایک تیر سے تین شکار کی اس سے بہتر مثال کیا ہو گی کہ اپنے کمزور اور ایکسپائر اسلحہ و دیگر وسائل اربوں ڈالر میں بیچ ڈالے۔ عرب دنیا کی دولت اپنے بینکوں میں منتقل کرنے کا نیا راستہ بھی بنا ڈالا اور ساتھ ساتھ بڑی سطح پر امت کی تقسیم اور خانہ جنگی کی نئی تخم ریزی بھی کر ڈالی۔ اب حالات بہت خطرناک نظر آتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ امریکا اس مشترکہ فوج کو مزید مضبوط کرنے کی کوشش کرے گا۔ چوں کہ اس فوج کے مرکزی اختیارات امریکا کے اہم اتحادیوں سعودی عرب، مصر اور امارات کے ہاتھ میں ہیں، اس لیے امریکا اسے خطے میں بہت آسانی سے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ یہ بات پہلے ایران اور پھر ترکی، قطر اور شام کے لیے قابل تشویش ہو گی، جس طرح ایران کے ایٹمی پروگرام کے حوالے سے سامنے آنے والے سعودیہ اور دیگر اتحادی ممالک کے لیے قابل تشویش تھی۔ ایک دوسرے سے ڈرانا اور بے اعتمادی کی فضا بنانا امریکا کا بہت بڑا کامیاب حربہ ہے۔ امریکا ایسے ہی اپنے تمام شیطانی منصوبوں پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو مسئلہ سارا ایران اور سعودی کا ہے۔ ان کے باہمی اختلافات پورے خطے میں بدامنی کا باعث ہیں۔ اگر دونوں انانیت چھوڑ دیں اور ایک دوسرے کے مقابلے سے ہٹ جائیں تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ حسن روحانی جیسے معتدل اور سفارتی امور کے ماہر ایرانی صدر چاہیں تو بات چیت کے ذریعے سعودی عرب کے ساتھ اپنے مسائل بہت آسانی سے حل کر سکتے ہیں۔ وہ امریکا اور دیگر دنیا سے اپنے ایٹمی مسائل کے حل میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ تاریخی معاہدہ کر لیا ہے تو سعودی عرب کے ساتھ بھی بہت آسانی سے اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ جب سعودیہ 40 ممالک کا اتحاد قائم کر سکتا ہے اور ایک ہی موقع پر 55 اسلامی ممالک کے رہنماؤں اور مندوبین کو ٹرمپ کے آگے جمع کر سکتا ہے تو ایران سے بھی بات چیت کر کے مسائل حل کر سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ دونوں ممالک وقت کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے باہم مقابلے کے نقصانات کو نہیں سمجھ رہے۔

مولوی محمد سرور رحمۃ اللہ علیہ

قاری سعید

اسلامی تاریخ حق کے پیروکاروں کی دلکش یادوں سے بھری پڑی ہے۔ امت اسلام نے ہر دور میں ایسے نوجوانوں کو اپنی آغوش میں پالا ہے، جنہوں نے اپنے دین کے معتقدات کے لیے ہر طرح کی قربانی دی ہے۔ اپنی جوانی کی زندگی، نئی امیدیں، عیش و عشرت، عزیز و اقارب اور اپنا آبائی وطن سب کچھ اللہ کی رضا کے حصول اور اپنی دینی آرزوؤں پر قربان کر ڈالا۔ اسی راہ میں غربت اور پردیسی کے عالم میں شہادت کے جام پی لیے۔ اگر ہم عالم اسلام کے طول و عرض میں ترکستان سے کابل قسطنطنیہ سے مراکش تک صحابہ کرام کی آرام گاہیں دیکھتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کے ان اولین سپاہیوں کے لیے دین اور قرآن کی خدمت کے لیے اپنا وطن، خاندان اور رشتہ داروں کو چھوڑنا بہت آسان تھا۔ دور دراز ممالک اور نامانوس ماحول میں دین کے لیے غربت اور گمنامی کی موت ان کے لیے فخر کی بات تھی۔

بعد کی صدیوں میں امت مسلمہ میں ایسے نوجوان پیدا ہوئے، جنہوں نے دین کی خدمت اور جہاد کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا۔ انہیں اپنے گھروں سے دور علاقوں میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ ہندوستان کے سید احمد شہید اور ان کے ساتھی اس سلسلے کے وہ قابل فخر مجاہدین ہیں، جنہوں نے جہاد کی نیت سے ہندوستان سے ہجرت کی۔ سندھ، بلوچستان، کابل اور پشاور کے چکر کاٹے۔ آخر میں بالاکوٹ کے پہاڑوں میں سکھوں کے ساتھ براہ راست جنگ میں شہید ہوگئے۔ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کے دور میں عرب دنیا سے آئے ہوئے مجاہدین کا طورخم کے قریب شمشاد نامی علاقے کے پاس بڑا قبرستان ہے۔ امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں افغانستان کے اکثر صوبے امارت اسلامیہ کے زیر نگین تھے، مگر شمال مشرق میں بدخشان اور تخار کے اکثر حصے اس وقت بھی مخالفین کے قبضے میں تھے، مگر اسی مرحلے میں بدخشان اور تخار کے مجاہد طلبہ اور علماء نے ایک بار پھر اسلامی تاریخ میں ایسا ہی ایک اور کارنامہ درج کیا۔ ان کے ذاتی گھر مخالفین کے مقبوضہ علاقے میں تھے، مگر وہ خود گھروں سے دور اسلامی نظام کے سائے میں زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ انہوں نے بہت اخلاص اور سنجیدگی سے امارت اسلامیہ کی صفوں میں جہادی ذمہ داریاں ادا کیں۔ حتی کہ تخار اور بدخشان کے شہداء کا لوگر میں ایک الگ قبرستان بن گیا۔ اسی طرح خوست میں منبع چینی کے مدرسے پر بمباری میں بھی ان صوبوں کے بہت سے طلبہ شہید ہوئے۔ وہ پردیس کی زندگی میں ہی اللہ تعالی کی ملاقات کو چلے گئے۔ ذیل کی سطور میں ایسے ہی ایک حق پرست سپوت کی سوانح پیش خدمت ہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی علم اور جہاد کے سفر میں گزار دی اور بالآخر اسی سفر میں امریکی طاغوت کی بمباری میں شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے۔

محمد سرور حق پرست

محمد سرور حق پرست 'میزر آب' کے صاحب زادے ہیں۔ آپ تخار کے ضلع 'نمک آب' میں ایک دین دار خاندان میں پیدا ہوئے۔ وہ ابھی چھوٹے تھے، جب افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے ظلم و ستم کا دور شروع تھا، مگر جہاد اور اسلامی انقلاب کے گرم دنوں کے حالات کی سختی کے باوجود محمد سرور نے دینی علوم کی تعلیم کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں مولوی عبدالرشید سے حاصل کی۔ اس کے بعد 'بنگی' نامی علاقے میں گئے۔ وہاں مولوی ضیاء الرحمن مدنی

صاحب سے دینی علوم حاصل کیے۔ اس کے بعد فرخار گئے اور نہر آب کے علاقے میں مولوی عبدالحلیم سے کچھ کتابیں پڑھیں۔

حصولِ علم کا لمبا سفر

افغانستان کا شمال مشرقی علاقہ ہمیشہ سے علم وثقافت کا خطہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ علم کے حصول کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔ روس کے خلاف جہاد کے دور میں ان صوبوں میں شدید جنگیں جاری رہتی تھیں۔ بدخشان اور تخار میں دینی علوم کے طلبہ لمبے لمبے سفر کاٹتے اور ہندوکش کے فلک بوس پہاڑ عبور کر کے پاکستان کے خیبر پختونخوا، کراچی اور دیگر علاقوں تک پہنچتے۔ وہاں دینی مدارس میں علوم حاصل کرتے۔ یہ طالب علم اکثر اس وقت واپس لوٹتے، جب دستار فضیلت باندھ کر فارغ ہو چکے ہوتے۔ مولوی محمد سرور حق پرست بھی علم کے شوق میں سفر کرنے والے انہی طلباء میں سے تھے۔ انہوں نے علم کے حصول کے لیے پاکستان کا سفر کیا۔ پہلے خیبر پختونخوا کے علاقے دیر میں رہے۔ وہاں ایک بار پھر مولوی ضیاء الرحمن مدنی سے کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ وہاں سے بنگورہ گئے اور مختلف شیوخ سے کتابیں پڑھیں۔ انہوں نے درجہ تکملہ دارالعلوم سیدو شریف میں پڑھا۔ دورہ حدیث شریف بھی وہیں سے پڑھا۔ دستار فضیلت وہیں باندھی۔ وہ ایک باستعداد طالب علم تھے۔ انہوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس بھی کی اور دیگر طلباء کو مختلف کتابیں پڑھائیں۔

امارت اسلامیہ میں خدمت

مولوی محمد سرور شہید صوبہ تخار کی سطح پر باصلاحیت علماء میں سے تھے۔ وہ جہادی صف کی نمایاں شخصیات میں سے تھے۔ جب تحریک طالبان اٹھی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت اس تحریک کا حصہ بن گئے۔ انہوں نے تحریک کے مختلف انتظامی اور عسکری شعبوں میں کام کیا۔ انہوں نے عسکری ذمہ داریوں کے علاوہ پروان اور لوگر کے سیکرٹری کی حیثیت سے بھی اپنی ذمہ داری نبھائی۔ جب مولوی ضیاء الرحمن مدنی صاحب پروان کے گورنر تھے تو مولوی محمد سرور صاحب ان کے معاون کے طور پر ساتھ رہے۔ اس چھ ماہ کے عرصے میں، جب پروان میں شدید جنگیں جاری تھیں اور مخالفین ہمیشہ حملے کرتے رہتے تھے، مولوی سرور صاحب نے بہت بہادری سے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بڑے عرصے تک معاون رہے اور ساتھ ساتھ عسکری شعبے میں بھی خدمات انجام دیں۔

شہادت

افغانستان پر امریکا کے صلیبی حملے کے چند ہفتے بعد جب مجاہدین کابل اور دیگر شہروں سے نکل رہے تھے، کئی عرب اور دیگر مجاہدین صوبہ خوست کی جانب گئے۔ امریکی طیارے اور ہیلی کاپٹر ہر وقت فضا میں پرواز کرتے اور مجاہدین کو تلاش کرتے رہتے۔ اسی پسپائی کے دنوں میں کئی مجاہدین نے ایک رات خوست شہر کے مغربی جانب منہ چینی میں مدرسہ نورالقرآن میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ مولوی محمد سرور حق پرست بھی انہیں میں شامل تھے۔ رمضان کی پہلی رات کو جب سب لوگ مسجد میں تراویح کی نماز ادا کر رہے تھے، اچانک ان پر امریکی طیاروں نے بمباری کر دی، جس سے درجنوں مجاہدین سجدہ کی حالت میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوگئے۔ مولوی محمد سرور شہید انہی خوش قسمت مجاہدین کی جماعت میں تھے، جنہوں نے شدید حالات میں عبادت اور رمضان المبارک کے مہینے میں امریکی ظالم طاغوت کی بمباری میں شہادت حاصل کی ہے۔ اناللہ واناالیہ راجعون

رحمہ اللہ تعالی

اس طرح وہ نورانی نوجوان، جنہوں نے حق کی تلاش اور اسلامی نظام کے قیام کی خواہش میں اپنا گاؤں اور گھر چھوڑا۔ گمنامی کے عالم میں شہادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ وہ بھی دیگر مسافروں کے ساتھ ایک قبرستان میں دفن کر دیے گئے۔ مولوی محمد سرور شہید کی صورت اور سیرت کے حوالے سے ان کے قریبی ساتھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سیرت اور کردار کے حوالے سے خوب نوازا تھا۔ ان کا چہرہ دل کش اور نورانی تھا۔ ان کے اخلاق ان کا امتیازی وصف تھا۔ وہ تکبر، غرور اور تند خوئی و تند گوئی سے پاک تھے۔ ساتھیوں سے اچھا سلوک کرتے۔ کسی کے بارے میں بھی نامناسب الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔

امیر المؤمنین کے بیٹے نے قربانی دی

سیف العادل احرار

اسلام کو بام عروج پر پہنچانے میں جاںنثاری، فداکاری اور قربانی کا اہم کردار ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ کتنے ہی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خاطر قربانیاں دی ہیں۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ امارت اسلامیہ کی تاریخ بھی گراں قدر قربانیوں سے مزین ہے۔ تحریک طالبان کے زمانے سے امارت اسلامیہ کی حکومت کے قیام تک اور بعد ازاں امریکی یلغار سے آج تک ہزاروں نامی گرامی شخصیات، وزراء اور کمانڈروں نے قربانی کے میدان میں ہراوَل دستے کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ سعادت امارت اسلامیہ کے تینوں سربراہوں نے بھی حاصل کر رکھی ہے۔ ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے خاندان کے متعدد افراد شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہو چکے ہیں۔ خود بھی مسند اقتدار سے اتر کر ایک جھونپڑی میں بارہ سال تک طاغوتی قوتوں کے خلاف جہادی تحریک کی قیادت کی۔ اسی طرح ملا اختر محمد منصور شہید خود امریکی فوج کی سفاکیت کا نشانہ بن کر جام شہادت نوش کر گئے۔ امارت اسلامیہ کے موجودہ قائد امیر المؤمنین شیخ الحدیث ملا ہبۃ اللہ اخوندزادہ نے بھی اس امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ انہوں نے اپنے جگر گوشے کی قربانی دے کر تمام دشمنوں کے منفی پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا۔ شیخ صاحب کے صاحبزادے حافظ خالد نے ہلمند کے ضلع گریشک میں فدائی حملہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔ ہم جو کہتے ہیں، کر گزرتے ہیں۔ آج بھی اہل اسلام میں ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں بیٹے قربان کرنے والے ہزاروں جانباز موجود ہیں۔

حافظ خالد رحمہ اللہ نے بیس سال قبل امارت اسلامیہ کے قائد امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ حفظہ اللہ کے علمی اور روحانی خاندان میں آنکھ کھولی۔ قندھار سے تعلق رکھنے والا یہ خاندان آباؤ اجداد سے علم و روحانیت کا مرکز ہے۔ اس لیے اس خاندان کے افراد کو احتراما اخوندزادہ کا لقب دیا گیا ہے۔ حافظ خالد رحمہ اللہ ایک زیرک طالب علم تھے۔ انہوں نے 9 برس کی عمر میں قران پاک حفظ کر کے حصول علم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ اپنے چچا مولوی احمد اللہ اخندزادہ سے دینی علوم کے سلسلے میں فیض یاب ہوئے۔ نوجوانی کی عمر میں جہاد کے جذبہ سے سرشار ہو کر عملی میدان کی طرف چل پڑے۔

عبدالرحمن عرف حافظ خالد شہید رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم کی اجازت سے امارت اسلامیہ کے عسکری تربیتی مرکز میں داخلہ لیا اور عملی و فکری لحاظ سے تربیت حاصل کی۔ تربیتی مرکز میں ایک سال گزارنے کے بعد فدائی حملے کا شوق پیدا ہوا اور فدائی مجاہدین کے خصوصی مرکز میں داخلہ لے لیا۔ وہ تین سال سے فدائی تربیتی مرکز میں اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ قابض استعماری قوتوں کے مقابلے کے لیے پُرعزم تھے، ان کے خاندان اور خاص کر والد محترم نے بھی ان کے عزم پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ حافظ خالد اپنے بہترین رویے کی وجہ سے

تربیتی مرکز میں اپنے دوستوں اور فدائی ساتھیوں میں بہت مقبول تھے۔ اُن کا استاد کی طرح احترام کیا جاتا تھا۔ نماز کی امامت کی ذمہ داری ان کے سپرد تھی۔ اس دوران وہ اپنے ساتھیوں کو وعظ اور تبلیغ کے ساتھ جہاد کے فضائل بیان کرتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان ایک عام مجاہد کی طرح رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے رویے سے کبھی اپنے ساتھیوں کو یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ امیر المؤمنین کے فرزند یا ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

حافظ خالد نے تین ماہ قبل اپنے والد محترم سے آخری ملاقات کر کے انہیں آگاہ کیا کہ یہ ان کی آخری ملاقات ہے۔ انہوں نے حالیہ چند مہینے ہلمند میں مجاہدین کی اسپیشل فورس میں گزارے۔ انہوں نے دشمن کے خلاف متعدد آپریشن میں حصہ لیا اور فتوحات حاصل کیں۔ 22 جولائی کو مجاہدین نے صبح سویرے ہلمند کے ضلع گریشک میں دشمن کی چوکیوں اور فوجی اڈوں پر آپریشن کا آغاز کیا۔ پہلے ایک فدائی مجاہد نے دشمن کی فرنٹ لائن پر بارود سے بھری گاڑی کے ذریعے حملہ کیا اور سکیورٹی کی تمام رکاوٹوں کو دور کیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے دشمن کی چوکیوں پر دھاوا بول دیا۔ جس میں متعدد چیک پوسٹیں فتح ہوئیں۔ تاہم 'فقیران' نامی علاقے میں واقع ایک مضبوط فوجی بیس میں دشمن مزاحمت کر رہا تھا۔ جس سے مجاہدین کی پیش رفت کا راستہ رُک رہا تھا۔ اس بیس کو فتح کرنے کے لیے مجاہدین نے اسپیشل فورس کے فدائی مجاہدین کو ذمہ داری دی کہ وہ وہاں پہنچ کر دستی بموں اور بارودی مواد سے اس بیس کی دیواریں اڑا دیں۔ فدائی مجاہدین کے اس گروپ میں حافظ خالد بھی شامل تھے، جو بڑی دلیری اور جرأت سے اس بیس کی طرف دوڑتے ہوئے گولیوں کی بوچھاڑ میں اس کی دیواروں تک پہنچے۔ دشمن کی چوکیوں کو دستی بموں اور بارودی مواد سے اڑانے کے بعد بیس کی مضبوط دیواروں کو اڑانے کا کام شروع کیا ہوا۔ اس دوران حافظ خالد نے دیگر فدائی مجاہدین کے ہمراہ اجرتی اہل کاروں کے ساتھ دست بدست لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

شیخ صاحب نے اپنا صاحبزادہ قربان کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اسلام اور ملت کے دفاع کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے دشمنان اسلام کے ان پروپیگنڈوں کا عملی جواب دیا ہے، جو ہر وقت یہ اعتراضات کرتے تھے کہ امارت کی قیادت کے بچے باہر ممالک میں تعلیم حاصل کرتے اور پرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔ جب کہ غریب لوگوں کے بچوں کو یہاں بم حملوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

شیخ صاحب نے تمام مخالفین کو منہ توڑ جواب دے کر ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے مقدس مشن کے وفادار، مخلص اور امیر سے لے کر مامور تک سب قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ وہ اپنے اصولی مؤقف سے پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی کوئی سمجھوتہ کریں گے۔ امیر المؤمنین نے اپنی جدوجہد کی حقیقت واضح کر کے مخالفین کو پیغام دیا ہے کہ وہ اقتدار کی نہیں، بلکہ نظریاتی جنگ لڑ رہے ہیں۔

عسکری تربیتی مرکز کے سربراہ نے امیر المؤمنین کے نام ایک خط لکھا، جس میں انہوں نے شیخ صاحب سے درخواست کی تھی کہ آپ کے بیٹے میں قیادت کی صلاحیت موجود ہے۔ زیرک اور بااستعداد ہے۔ انہوں نے عسکری تربیت مکمل کر لی ہے۔ آپ انہیں گھر طلب کر لیں۔ یہ مستقبل میں قیادت کی ذمہ داریاں سنبھال کر اس مظلوم امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں گے۔ جس پر امیر المؤمنین نے جوابی خط میں لکھا کہ مَیں خدا سے ڈرتا ہوں کہ افغانستان کے مسلمان اللہ کی راہ میں اپنے بچے قربان کر رہے ہیں اور مَیں اپنے بیٹے کو مستقبل میں رہنما بنانے کے لیے واپس گھر بلا لوں۔ میرے بیٹے نے جس عزم کا اظہار کیا ہے، مَیں ان سے اتفاق کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

[آمین]

افغان فوج کی بڑھتی ہوئی ہلاکتیں

سیف العادل احرار

افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد امریکا اور اتحادی ممالک کی ڈیڑھ لاکھ فوج 2014 تک مجاہدین اور عوام کے خلاف جنگوں میں براہ راست ملوث رہی ہے۔ چوں کہ افغانستان سنگلاخ پہاڑوں، کھنڈر شہروں اور ویران دشتوں پر مشتمل ایک پے چیدہ جغرافیائی ملک ہے، جس کے باسی گزشتہ چالیس سال سے مسلسل ایک سپر پاور کو تاریخی شکست دینے کے بعد دنیا کی دوسری بڑی قوت سے برسرپیکار ہیں۔ بلاشبہ جنگ ان کا بہترین مشغلہ ہے۔ وہ نہ صرف عملی طور پر جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں، بلکہ وہ مختلف ممالک کی تربیت یافتہ افواج سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے امریکا گزشتہ سولہ برس کے دوران تمام تر جدید ٹیکنالوجی اور وسائل کے باوجود امارت اسلامیہ کو شکست دینے میں مکمل طور پر ناکام رہا ہے، جس کا اعتراف کئی امریکی جرنیلوں اور اہم امریکی حکام سمیت سابق امریکی صدر اوباما نے بھی بارہا کیا ہے۔ امریکا نے چار لاکھ سے زائد افغانوں کو فوج، پولیس اور مقامی ملیشیا میں بھرتی کیا۔ پھر انہیں ڈیڑھ سال تک عسکری تربیت دے کر براہ راست جنگوں میں داخل کر دیا۔ فوج میں بھرتی ہونے کے لیے کم از کم اٹھارہ سال سے زائد عمر شرط ہے، لیکن افغان حکومت اور فوج کی بنیاد فرسودہ نظام کے تحت کرپشن، بدعنوانی اور رشوت جیسے جرائم پر رکھی گئی ہے، اس لیے ہزاروں کم عمر بچے فوج میں بھرتی ہوئے، جنہیں منشیات کا عادی بنا کر جنسی تشدد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے اندرونی اختلافات، منشیات کے استعمال اور جنسی تشدد کے باعث ہر جنگ میں درجنوں کی تعداد میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جب کہ زندہ بچ جانے والے اہل کار فوج سے فرار ہونے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ اب افغانستان میں ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے کہ اہل کاروں کی ہلاکتوں کی تعداد زیادہ ہے یا فرار ہونے والوں کی۔ سیگار رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال سات ہزار اہل کار ہلاک اور بارہ ہزار کے قریب زخمی ہوئے تھے، جب کہ رواں سال ہلاکتوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اہل کاروں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں کی وجوہات کیا ہیں؟ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

امارت اسلامیہ نے افغانستان بھر میں منصوری آپریشن کے تحت اپنی کارروائیوں میں تیزی لائی ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ چار دنوں کے دوران چار اضلاع اور درجنوں چوکیوں پر قبضہ کیا ہے۔ سیکڑوں اہل کاروں کو ہلاک کیا۔ 23 جولائی کو مجاہدین نے صوبہ غور کے ضلع تیورہ کو مکمل طور پر فتح کر لیا۔ ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور تمام چیک پوسٹوں کو فتح کر کے 46 اہل کاروں کو ہلاک اور درجنوں کو زخمی کیا گیا۔ علاوہ ازیں غور کے ضلع شہرک میں سابق جہادی کمانڈر حاجی محسن نے دو ہزار خاندانوں سمیت امارت اسلامیہ کی حمایت کا اعلان کیا اور پورا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں دے دیا۔ نیز اسی روز مجاہدین نے صوبہ فاریاب کے ضلع کوہستان بھی فتح کیا، اس لڑائی میں بھی متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ اسی روز مجاہدین نے قندھار کے ضلع نیش میں بھی تین چوکیاں فتح کیں، جب کہ جھڑپ میں 25 اہل کار ہلاک ہوئے اور مجاہدین کو بھاری مقدار میں اسلحہ بھی ملا۔ قندوز شہر اور بالاحصار میں قائم امریکی ائیرپورٹ اور مرکز پر بھی مجاہدین نے آپریشن کا آغاز کیا، جس میں متعدد اہل کاروں کی ہلاکت کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ مجاہدین نے ضلع خان آباد میں ایک جنگی جہاز بھی مار گرایا، جب کہ قندوز کے قریب صوبہ بغلان کے دو اضلاع مرکزی بغلان اور پل خمری میں بھی مجاہدین کے ایک حملے میں 5 کمانڈروں سمیت 18 فوجی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔

مجاہدین نے صوبہ بدخشان کے ضلع تگاب میں سرکاری فورسز کے ٹھکانوں پر حملہ کیا۔ پارلیمنٹ میں تگاب کے رکن نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجاہدین کے حملے میں 40 اہل کار ہلاک اور بیس قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ جب کہ مجاہدین نے بھی چالیس اہل کاروں کی ہلاکت اور سولہ کو گرفتار کرنے کا دعوی کیا تھا۔ بدخشان کے گورنر احمد فیصل بیک زاد نے بھی ان ہلاکتوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ

کمانڈر ضمیر سمیت متعدد اہل کار ہلاک اور بیس اہل کار لاپتا ہیں۔ مقامی صحافیوں کا کہنا ہے کہ فوج میں شدید اختلافات موجود ہیں۔ مجاہدین نے ضلع یمگان کی جانب سے تگاب میں درجنوں اہل کاروں کو گھیرے میں لے کر انہیں قتل کر دیا، جب کہ کچھ کو قیدی بنالیا گیا۔ امریکی طیاروں نے ہلمند کے ضلع گریشک میں سرکاری فورسز کے ایک ٹھکانے پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں چار کمانڈروں محمد ولی، ناصر، عبداللہ جان اور محمد اویس سمیت 30 اہل کار ہلاک اور 30 سے زائد زخمی ہو گئے۔ پارلیمنٹ میں حکومتی اور حزب اختلاف کے ارکان نے اس واقعے پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے اسے سنگین جرم قرار دیا۔ انہوں نے عالمی عدالتِ انصاف میں اس واقعے کو چیلنج کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ ربڑ اسٹیمپ پارلیمنٹ میں ہلمند کی رکن حبیبہ سادات نے امریکا کے کردار پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے میں چار کمانڈروں سمیت 17 اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ زلمی محمدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، بلکہ اس سے قبل بھی اس طرح کے الم ناک واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ یہ کوئی غلطی نہیں، بلکہ قصداً اس طرح سے حملے کیے جاتے ہیں، تاکہ سیکورٹی اہل کاروں کے حوصلے پست کیے جائیں۔ گزشتہ تین سال کے دوران یہ گیارواں واقعہ ہے، جس میں اب تک ڈیڑھ سو سے زائد اہل کار ہلاک ہوئے ہیں۔ جب کہ حکومت نے اس واقعے پر مکمل خاموشی اختیار کی ہے۔ اس نے اس کی مذمت تک نہیں کی ہے۔ امریکا نے بھی اس واقعے کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ یہ واقعہ غلطی سے پیش آیا ہے، البتہ ہم ہلاک ہونے والے اہل کاروں کے اہل خانہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہیں۔ اس واقعے سے چند روز قبل نادعلی میں بھی اسی طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا، جس میں 16 اہل کار ہلاک ہو گئے تھے۔

ہلمند کے مقامی لوگوں نے میڈیا کو بتایا ہے کہ مجاہدین نے گریشک میں پیش رفت کرنے کے بعد کچھ علاقوں سے پسپائی اختیار کی، لیکن وہاں بڑی تعداد میں بارودی سرنگیں نصب کر دیں۔ جب افغان فوجی اہل کار ان علاقوں میں داخل ہوئے تو مجاہدین نے انہیں گھیرے میں لے لیا۔ سرکاری اہل کاروں نے مرکزی حکومت اور امریکا سے فضائی حملوں کے تعاون کا مطالبہ کیا، تاہم ان کے ساتھ بروقت تعاون نہ کیے جانے کی وجہ سے انہوں نے اشرف غنی اور دیگر حکام کو جی بھر کر گالیاں دیں۔ مجاہدین نے ان کی گالیاں ریکارڈ کر کے مقامی لوگوں کو سنائیں۔ سوشل میڈیا پر بھی یہ گالیاں اَپ لوڈ کی گئیں۔ جنہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا اور سنا۔

اقوام متحدہ کے سروے کے مطابق کبھی افغان اہل کاروں کی ہلاکتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور کبھی فرار ہونے والے اہل کاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو اہل کار جنگ کے دوران ہلاک ہو جاتے ہیں، ان کے اعداد و شمار مجموعی طور پر شائع کیے جاتے ہیں، لیکن جو اہل کار ڈیوٹی چھوڑ کر فرار ہو جاتے ہیں، اس حوالے سے امریکا اور افغان حکومت دونوں خاموش ہیں۔ اب تک ان کے تعداد اور اعداد و شمار میڈیا کے ساتھ شیئر نہیں کیے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حکومت کو فوج اور پولیس میں نئی بھرتیوں کے حوالے سے بھی شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ افغان اہل کاروں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں اور فرار ہونے والے اہل کاروں کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر نئی بھرتیوں کا عمل انتہائی سست رفتاری کا شکار ہے۔ افغان نوجوان فوج اور پولیس میں بھرتی ہونے سے گریز کرتے ہیں۔

امریکی فوجی اب بھی جنگ میں براہ راست حصہ لیتے ہیں۔ زمینی اور فضائی حملے کرتے ہیں۔ فضائی حملوں میں عام لوگوں کے علاوہ کبھی کبھار افغان اہل کاروں کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکا غلطی سے افغان فورسز پر 'دوستانہ بمباری' کرتا ہے یا جان بوجھ کر انہیں نشانہ بنایا جاتا ہے، تاکہ وہ افغان حکومت کو مزید امریکی فوجیوں کی تعیناتی کے مطالبے سے دست بردار کریں۔ کیوں کہ ان حملوں کی تعداد میں سابقہ ادوار کے مقابلے میں نئے امریکی صدر ٹرمپ کی حکومت کے قیام کے بعد اضافہ ہوا ہے۔ نئے امریکی صدر سے افغان حکمرانوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ انہوں نے ٹرمپ سے امریکی فوجیوں کی تعداد میں اضافے اور افغانستان سے متعلق مخصوص پالیسی وضع کرنے کے علاوہ مخلوط حکومت کے ساتھ مزید تعاون کرنے کے مطالبات پیش کیے تھے۔ تاہم افغانستان میں طویل عرصے سے امریکی موجودگی، مجاہدین کے مثالی نظم و نسق اور بڑھتی ہوئی سیاسی و عسکری قوت اور مخلوط قومی حکومت میں شدید اختلافات اور ریکارڈ کرپشن نے نئی امریکی انتظامیہ کو افغانستان سے متعلق محتاط قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ اسی وجہ سے کئی ماہ گزرنے کے باوجود بھی امریکی صدر نے افغانستان سے متعلق اپنی پالیسی کا اعلان نہیں کیا ہے۔ وہ کوئی بھی پالیسی وضع کرنے سے پہلے سو بار سوچتے ہیں کہ وہ کس طرح افغان جنگ سے جان چھڑا سکیں گے۔ امریکا سپر پاور قوت ہے۔ اس لیے وہ فوجی اور سیاسی لحاظ سے سرکاری طور پر افغانستان میں اپنی شکست کا اعلان نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم وہ افغانستان میں موجود امریکی فوجیوں کو بادی النظر میں اختیارات کے لحاظ سے یہ جرأت دے سکتا ہے کہ وہ کچھ ایسے اقدامات کریں کہ افغان حکومت خود مجبور ہو کر مزید امریکی فوجیوں کی تعیناتی کے مطالبے سے دست بردار ہو جائے۔ قندوز اور ہلمند دو ایسے صوبے ہیں، جہاں عسکری لحاظ سے مجاہدین افغان حکومت سے بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ ان دونوں صوبوں میں امریکی فوج کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان دونوں صوبوں میں امریکی فوج براہ راست جنگ میں حصہ لیتی ہے اور کبھی کبھار عام شہریوں، اسکولوں اور ہسپتالوں کے علاوہ افغان اہل کاروں کو بھی نشانہ بنا دیتی ہے۔

قندھار: فتوحات کا خیر مقدم

جبیب مجاہد

امارت اسلامیہ نے منصوری آپریشن کے پہلے ماہ کچھ ایسی اہم فتوحات حاصل کی ہیں، جو یقیناً اللہ تعالی کی نصرت کا واضح ثبوت ہیں۔ صوبہ قندھار وہ علاقہ ہے، جہاں پر حملہ آوروں اور کابل انتظامیہ کی توجہ باقی علاقوں کی نسبت زیادہ رہی ہے۔ یہاں پر افغانستان کی سطح پر دوسرا بڑا فوجی اڈہ قائم کیا گیا۔ دشمن اپنی سفاکانہ کارروائیوں کے نتیجے میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا تھا کہ وہ اس صوبے کا کنٹرول سنبھال لے۔ حملہ آوروں کو یقین تھا اگر اس صوبے میں مجاہدین کامیاب ہوگئے تو اس کا اثر پورے افغانستان تک پھیل سکتا ہے۔ ان کے کنٹرول سے مزید علاقے نکل سکتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے قندھار پر چند سالوں سے اپنا اثر و رسوخ بڑھا دیا تھا۔

رواں سال منصوری آپریشن کے نتیجے میں قندھار کی فوجی صورت حال یکسر تبدیل ہوئی ہے۔ مجاہدین نے گزشتہ سال قندھار کے غورک، شوراوک اور ریگستان جیسے دور دراز ضلعوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا تھا۔ رواں سال ان علاقوں پر بھی اپنا کنٹرول قائم کرلیا ہے، جہاں دشمن کا اثر و رسوخ زیادہ تھا۔ ضلع ارغنداب قندھار شہر کے قریب اور متصل ضلع ہے، جس پر ماضی میں دشمن نے مضبوط کنٹرول اور تسلط قائم کر رکھا تھا۔ لیکن رواں سال 23 مئی کو مجاہدین نے ارغنداب کے سونیانو کے علاقے میں افغان نیشنل آرمی کے اہم مرکز کو فتح کر کے 35 اہل کاروں کو ہلاک و زخمی کرنے کے علاوہ چار فوجیوں کو گرفتار کیا تھا، جب کہ 3 ٹینک، 2 بندوقیں، ایک راکٹ، چار رائفلیں، ایک توپ، 50 راکٹ کے گولے، کلاشن کوف کے 25 ہزار راؤنڈز، گولہ بارود اور دیگر فوجی وسائل غنیمت میں حاصل کیے تھے۔

معروف اور آرغسان قندھار کے مشرق میں واقع دو ایسے اضلاع ہیں کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران کسی نے بھی یہاں سے جہادی کارروائی کی کوئی خبر نہیں سنی ہوگی۔ کیوں کہ یہاں پر بھی حکومت کا مضبوط تسلط قائم تھا۔ بیشتر علاقے مقامی ملیشیا کے کنٹرول میں تھے۔ اس کے علاوہ فورسز کی بھاری نفری یہاں تعینات تھی، لیکن رواں سال اللہ کے فضل سے مجاہدین نے ان دو اضلاع میں بھی فتوحات کا نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ منصوری کارروائیوں کے نتیجے میں گزشتہ چند ہفتوں کے دوران مجاہدین نے دشمن کے متعدد اہم مراکز اور فوجی اڈوں کو فتح کر کے دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا ہے۔ کچھ دن قبل ضلع معروف کے علاقے سالیسون میں مقامی ملیشیا کے اہل کاروں کے دو اہم مراکز مجاہدین نے فتح کر کے دشمن کو بھاری جانی نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے قبل 18

مئی کو مجاہدین نے ضلع معروف کے علاقے اسحاق زئی میں مقامی ملیشیا کے ایک اہم مرکز پر حملہ کر کے بڑی تعداد میں اسلحہ بر آمد کیا۔

ضلع معروف کے قریب واقع ضلع آرغسان میں بھی رواں سال مجاہدین نے اہم کارروائیاں کی ہیں، جن میں قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں اس ضلع کے ایک مشہور اور سرکش کمانڈر شمشاد کو مجاہدین نے ہلاک کر دیا۔ جب کہ دلکو کے علاقے میں مقامی ملیشیا کے ہیڈ کوارٹر پر بھی مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کیا ہے۔ اسی طرح قندھار کے شمال میں بھی فتوحات کا سلسلہ تیزی سے جاری ہے۔ ضلع شاہ ولی کوٹ میں گزشتہ سال مجاہدین نے زیادہ فتوحات حاصل کر کے بیشتر علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا تھا۔ صوبہ اروزگان کی طرف جانے والی قومی شاہراہ پر واقع درجنوں چوکیاں بھی فتح کر کے مکمل علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کیا ہے۔ چوں کہ یہ ضلع بہت وسیع ہے۔ باقی علاقوں پر رواں سال مجاہدین نے منصوری آپریشن کے تحت اپنا کنٹرول قائم کیا ہے۔ 25 مئی کو مجاہدین نے اس ضلع کے علاقے زنگیستان میں کٹھ پتلی فوج کے اس اہم ترین مرکز پر کامیاب حملہ کیا، جس کے ارد گرد متعدد چیک پوسٹیں قائم تھیں۔ مجاہدین کی خصوصی فورس 'لیز ریونٹ' نے اسی رات پہلے راستے میں موجود چیک پوسٹوں پر حملہ کیا۔ اس کے بعد ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت فوجی بیس پر حملہ کیا۔ اللہ کی مدد سے دشمن کا یہ اہم مرکز مکمل طور پر آزاد کرا لیا گیا۔ اس اہم مرکز کے فتح ہونے اور اجرتی فوج کو بھاری جانی نقصان پہنچنے سے دشمن بلبلا اٹھا۔ آزادی ریڈیو نے کہا کہ اس مرکز میں 59 فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ براہ راست جھڑپ میں دشمن کا یہ سب سے زیادہ نقصان قرار دیا گیا ہے۔ اس مرکز میں مجاہدین نے کئی ٹینک، بھاری ہتھیار اور گولہ بارود بھی غنیمت میں حاصل کیا تھا۔

مجاہدین نے ارغنداب، معروف اور شاہ ولی کوٹ میں کامیاب کارروائیوں کے بعد ضلع میوند، نیش اور خاکریز میں بھی اپنی کامیاب کارروائیوں کا آغاز کیا ہے۔ دشمن کے مراکز اور چیک پوسٹوں پر حملے کیے ہیں، جن کے نتیجے میں متعدد چوکیاں فتح اور دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ادھر قندھار شہر میں مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں میں ایک بار پھر تیزی آئی ہے۔ ہر کچھ دنوں میں حکومت کے اہم لوگوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ٹارگٹ کلنگ کی ان کامیاب کارروائیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ قندھار میں مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں نے حکومتی اہل کاروں میں خوف و ہراس پھیلا دیا ہے۔ شاہ ولی کوٹ کے کامیاب حملے کے بعد 26 مئی کو قندھار کے پولیس سربراہ جنرل عبدالرازق نے ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قندھار کی صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ مرکزی حکومت پر الزام لگایا کہ وہ قندھار پر توجہ نہیں دے رہی، جس کے باعث یہاں صورت حال پریشان کن ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین نے جنوبی صوبوں کے لیے ایک فوجی منصوبہ اور نقشہ بنایا ہے۔ وہ اس کے تحت کارروائیاں کر رہے ہیں۔ گزشتہ سال مجاہدین نے صوبہ ہلمند اور اروزگان کے بیشتر اضلاع پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہوں نے رواں سال قندھار اور زابل کو ہدف بنایا ہے۔ پولیس سربراہ نے قندھار میں مجاہدین کے حالیہ واقعات اور پیش رفت کو اس سلسلے کی کڑی قرار دیا۔ مبصرین کے مطابق اگر قندھار ایک بار پھر مجاہدین کے زیر اثر آ گیا تو نہ صرف جنوبی افغانستان میں حکومتی رٹ کمزور ہو جائے گی، جب کہ پورے افغانستان میں مجاہدین کی قوت میں اضافہ ہو گا اور جہادی کارروائیوں پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

عمری آپریشن ایک نظر میں

خالد افغان زوی

جب گزشتہ سال 'عمری آپریشن' کا اعلان ہوا تو آپریشن کے آغاز کے حوالے سے اعلامیے میں کہا گیا تھا کہ اس آپریشن کے توسط سے دشمن پر پورے ملک میں گروپ حملوں کا آغاز کیا جائے گا۔ فدائی حملے دشمن کے حساس اور محفوظ علاقوں کو لرزا کر رکھ دیں گے۔ تمام ظالم حکام گروپ حملوں میں نشانہ بن جائیں گے۔ ہر ممکنہ جائز طریقے سے دشمن کو نقصان پہنچانے اور اسے شل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ دشمن کو علاقے خالی کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ مفتوحہ علاقوں میں بہترین امن و امان کے قیام کے ساتھ خوش حال زندگی کے لیے حالات سازگار بنائے جائیں گے۔

ابھی جب عمری آپریشن ختم ہو چکا ہے۔ مجاہدین کی جانب سے منصوری آپریشن کا اعلان کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے 'کیا عمری آپریشن نے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں؟ کیا اس آپریشن سے واقعی مخالف فریق کو نقصان پہنچا ہے؟ بیرونی جارحیت پسند کمزور ہوئے ہیں؟ داخلی کٹھ پتلیوں کا مورال گرا ہے۔ ذیل کی سطور انہی سوالات کے جواب دے رہی ہیں:

خبر ساز آغاز اور اختتام!

مجاہدین کے عمری آپریشن کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ سال کے سب سے حیرت انگیز حملے کے ذریعے اس آپریشن کا آغاز اور سب سے بڑے خطرناک حملے کے پر اختتام کیا گیا۔ آپریشن کے آغاز کے ایک ہفتے بعد کابل کے قلب میں انٹیلی جنس کے دفتر پر ایسا حملہ کیا کہ اس سے قبل کابل میں ایسا مؤثر حملہ نہیں کیا گیا۔ اس انٹیلی جنس آفس کے ذمہ حکومتی اعلیٰ عہدے داروں اور شخصیات کی سکیورٹی تھی۔ یہ انٹیلی جنس کا سب سے اہم مرکز سمجھا جاتا تھا۔ مجاہدین نے ایک کار بم حملے کے ذریعے پورے دفتر کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ اس حملے میں 60 سے زیادہ انٹیلی جنس اہل کار ہلاک ہوئے۔ عمری آپریشن کے آغاز کی طرح انجام بھی خبر ساز تھا۔ مجاہدین نے افغانستان کے شمال میں بلخ چھاؤنی کے مرکز پر سخت حملہ کر کے بہت زیادہ جانی نقصان کیا، جس سے پوری حکومت ہل کر رہ گئی تھی۔ اس کے اثرات اب بھی دن بدن ظاہر ہو رہے ہیں۔ طلوع نیوز کی خبر کے مطابق بلخ چھاؤنی میں 240 سے زیادہ فوجی ہلاک ہوئے، جن کی اکثریت کمانڈوز تھی۔ مجاہدین کے اس حملے کے اثرات کابل تک پہنچے۔ جس کے نتیجے میں وزیر دفاع اور فوج کے سپہ سالار بھی اپنے عہدوں سے مستعفی ہوگئے۔ حملے کے نتیجے میں چار مزید فوجی چھاؤنیوں کے سربراہ معزول یا تبدیل کیے گئے۔ بلخ چھاؤنی کے کمانڈر جنرل مومند کٹوازی کو دیگر فوجی افسروں کے ساتھ اٹارنی جنرل کے سامنے پیش کر کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ اس حملے نے افغان آرمی کو قیادت کے بحران سے دوچار کر دیا۔ یوں یہ فوج کی نفسیات پر سب سے ہلاکت خیز وار سمجھا گیا ہے۔ عسکری تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ حملہ امریکا کی جانب سے ہونے والی فوجی بھرتیوں پر بھی اثر انداز ہوا۔ افغان نوجوان فوج میں دل چسپی نہیں لیں گے، جنہیں بہت شدت سے مارا جا رہا ہے۔ عمری آپریشن کا یہ آخری حملہ درحقیقت مجاہدین کی سال میں سب سے بڑی کامیابی تھی۔ جس کے تمام پہلوؤں کا اب تک جائزہ نہیں لیا جاسکا۔

عسکری کامیابی اور علاقوں کی فتح

عمری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے افغانستان کے طول و عرض میں بہت علاقے فتح کیے۔ اسی اپریشن کے میں مجاہدین نے بوجوہ کم وقت کے لیے قندوز کو

اپنے کنٹرول میں لیا۔ علاوہ ازیں بہت سے اضلاع حکومتی کنٹرول سے نکل گئے۔ مجاہدین نے قندھار کے غورک، نیش اور شوراوک نامی اضلاع فتح کیے۔ قندھار تا اروزگان شاہراہ پر 28 حکومتی چیک پوسٹیں ختم کر دیں۔ یوں پورے علاقے کو کنٹرول میں لے لیا۔ مجاہدین نے اروزگان میں ترین کوٹ شہر کے علاوہ مرکز کے تمام مضافاتی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ مجاہدین نے اروزگان میں 100 سے زیادہ چیک پوسٹیں اور 15 سے زیادہ بڑے کیمپ اپنے قبضے میں لیے۔ اسی طرح مرکز ترین کوٹ میں بہت سی غنیمتیں حاصل ہوئیں۔ مقبوضہ تمام رینجر گاڑیوں اور بکتر بند ٹینکوں کی مجموعی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔ 10 بڑی گاڑیاں اور 700 کی تعداد میں مختلف النوع اسلحہ شامل ہے، جس میں زیکویک اور دہشکے بھی ہے۔ اروزگان کے اضلاع میں بھی پیش رفت ہوئی۔ ضلع چوری میں 20 چیک پوسٹوں اور 5 کیمپوں نے مجاہدین کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ اب اس صوبے کا صرف مرکز حکومت کے قبضے میں ہے۔ ضلع دہراود تک طویل شاہراہ بھی مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ یہ شاہراہ کوتل مورچے کے علاقے سے گزرتی ہے اور بہت اسٹریٹجک اہمیت کی حامل ہے۔ اب حکومتی فوج دہراود میں محصور ہے۔

عمری آپریشن کا زیادہ زور ہلمند میں تھا۔ مجاہدین نے اس صوبے میں خانشین اور ناوہ کے دو ضلعے مکمل فتح کر ڈالے۔ مجاہدین پہلے ضلع گرمسیر میں صرف گوریلا کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔ اس آپریشن میں مجاہدین نے مکمل طور پر اس کے اطرافی علاقے فوجیوں سے خالی کروا لیے ہیں۔ علاوہ ازیں گریشک، مارجہ اور سنگین کے مضافات میں بھی مجاہدین نے قابل توجہ کارروائیاں کی ہیں۔ دشمن کی کئی چیک پوسٹیں ختم کر دی ہیں اور بار بار بھاری نقصان سے دوچار کیا ہے۔ گزشتہ سال مجاہدین کی ایک بڑی کامیابی قندھار اور لشکر گاہ شاہراہ پر کنٹرول تھا، جو کہ اب مکمل مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ امریکا کے نیویارک ٹائمز کے مطابق دو سال قبل امریکی فوج نے ہلمند کی میوند چھاؤنی پر سو ملین ڈالر کے اضافی اخراجات کیے، تاکہ مجاہدین کے حملوں کا راستہ روکا جا سکے، مگر سال کے دوران نہ صرف مجاہدین نے تمام محاذوں پر کامیابی حاصل کی، بلکہ سال کے اواخر میں اہم ترین ضلع سنگین بھی فتح کر لیا۔ ہلمند جنگ کے حکومتی کمانڈر جبار قہرمان یہاں تک حوصلہ ہار بیٹھے کہ آخر میں اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

افغانستان کے جنوب مغرب کی طرح جنوب مشرق میں بھی مجاہدین نے بہت پیش رفت کی ہے۔ بدخشان میں خاش، یمگان، تگاب، بحارک اور کران و منجان جیسے اضلاع بھی فتح ہو گئے ہیں۔ جب کہ کئی اضلاع کے مراکز بھی مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ پڑوس میں واقع تخار میں خوجہ بہاء الدین، خواجہ غار اور درقد کے اضلاع میں بھی مجاہدین کی پیش رفت جاری ہے۔ اضلاع کے علاوہ یہاں ایک مرتبہ صوبائی مرکز بھی قبضے میں لیا گیا تھا۔ بغلان میں تالہ اور برفک کے اضلاع مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔ جب کہ ہنہ غوری، مرکزی بغلان اور پل خمری کے مضافات کے بھی بہت سے علاقے حکومتی فوج سے خالی کروا لیے گئے ہیں۔

افغانستان کے مشرق میں عمری آپریشن کے سلسلے میں لغمان اور نورستان کے علاوہ کابل کے مضافاتی علاقوں میں بھی مجاہدین کی پیش رفت جاری رہی ہے۔ گزشتہ سال پکتیا کا ضلع جانی خیل اور پکتیکا کا ضلع اومنہ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ غزنی کا ضلع واغز کا مرکز مختصر وقت کے لیے مجاہدین کے ہاتھوں میں آیا تھا۔ اسی طرح سرپل، فاریاب، بادغیس اور دیگر صوبوں میں بھی مجاہدین نے بہت سے علاقے حکومتی اربکیوں سے خالی کرا لیے ہیں۔

آخری بات

ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ گزشتہ سال کی کارروائیاں کامیاب تھیں۔ کیوں کہ اشرف غنی کی مخلوط حکومت کو مزید محصور اور شہروں تک محدود کر دیا گیا ہے۔ عالمی اعداد و شمار بھی بتاتے ہیں کہ گزشتہ سال مجاہدین نے داخلی اور خارجی فوجیوں پر سب سے زیادہ حملے کیے تھے۔ داخلی فوجیوں کے حوالے سے حکومتی اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال افغان آرمی کے بیس ہزار کے قریب فوجی اہل کار مجاہدین کے حملوں میں ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار ماضی کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ دوسری جانب کچھ عرصہ قبل وزارت دفاع کی جانب سے گزشتہ سال عسکری حالات کے حوالے سے رپورٹ شائع ہوئی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ مجاہدین کی جانب سے جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف 23 ہزار کارروائیاں کی گئیں تھیں، جن میں براہ راست محاذ کی لڑائی، گوریلا حملے، بم دھماکے اور بھاری اسلحے کے حملے شامل ہیں۔ وزارت دفاع کی رپورٹ میں ہے کہ مجاہدین نے گزشتہ سال 9 صوبوں کے مراکز میں خطرے کی گھنٹیاں بجا دیں۔ اسی طرح مزید کچھ صوبوں کے مراکز مجاہدین کے محاصرے میں ہیں، جو کسی بھی لمحے حکومتی کنٹرول سے نکل سکتے ہیں۔ صوبائی مراکز اور اضلاع کے علاوہ کابل انتظامیہ کے اعتراف کے مطابق مجاہدین نے گزشتہ سال افغانستان کی تین اہم شاہراہوں پر مکمل قبضہ کرنے کی بھی کوشش کی اور ان شاہراہوں کے مضافات میں ان کا اثر ورسوخ بڑھ رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کا ثبوت ہے کہ مجاہدین نے گزشتہ سال کامیاب کارروائیاں کر کے اپنے اہداف کے حصول میں کامیاب رہے تھے۔

سعودیہ وقطر کا خطرناک مسئلہ

حسن مومند

ذیل کی سطور لکھتے ہوئے تاحال قطر کے خلاف سعودیہ سمیت 7 ممالک کا بائیکاٹ جاری ہے۔ حالات میں کوئی قابل ذکر بہتری نہیں آئی۔ قطر کے خلاف ہمہ پہلو بائیکاٹ اور محاصرے کی بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ ملک ایران کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتا ہے۔ حماس اور اخوان المسلمون سے مالی تعاون کرتا ہے۔ ان دونوں ممالک کے کچھ ارکان کو اس نے اپنے ملک میں پناہ دی ہے۔ اخوان المسلمون کے حوالے سے اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ ان کے تمام افکار اور پالیسیوں سے دنیا اور خصوصا ہمارے خطے کے علمائے کرام اور عملی جہاد میں مصروف حق پرست مجاہدین کا نظری اور فکری اختلاف موجود ہے، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ عرب کے مخلص مسلمانوں کی ایک منظم فکری تحریک ہے، جس کے ریشے بہت مضبوط اور شاخیں بہت ثمر آور ہیں۔

عربوں کی تین نسلوں نے دیکھا ہے کہ یہ تحریک اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے قیام، اسلامی ثقافت اور اسلامی شعائر کے تحفظ، اسلامی دعوت اور دینی رہنمائی کے عام کرنے، عام مسلمانوں کو تعلیم وصحت سمیت مختلف شعبوں میں رفاہی خدمات پہنچانا ہی ان کا مدعا ہے۔ اس لیے عرب کے تمام دین پسند شہریوں میں اس کی محبت بہت زیادہ رہی ہے۔ اس تحریک کے ساتھ پوری کفریہ دنیا عموما اور جارحیت پسند قوتیں خصوصی دشمنی رکھتی ہیں۔ انہیں بُرے القابات سے پکارا جاتا ہے۔ کمزور اور تنہا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ اس لیے فطری بات ہے کہ یہ تحریک بھی سب کو دشمن کی نظر سے دیکھتی ہے۔ چوں کہ تمام عرب حکام انہیں دشمن کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسی لیے اخوان المسلمون بھی عرب عوام پر مسلط ڈکٹیٹروں اور شاہوں کی اعلانیہ مخالف ہے۔ یہ تمام شاہ اور ڈکٹیٹر اس تحریک کی پیش رفت اور وسعت کو اپنی حکومت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ پورے خلوص کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

پہلی جنگ عظیم کے وقت خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے لیے استعماری ممالک کی ساری توجہ مشرق وسطی کی جانب تھی۔ یہاں عربوں اور ترکوں میں اختلافات پیدا کرنے کے لیے بہت کام ہوا تھا۔ عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر ابھارا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی عظمت، عزت، طاقت، وحدت اور اجتماعیت کی آخری نشانی ختم ہو کر رہ گئی۔ ایک خلافت درجنوں ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی۔ مختلف ناموں سے چھوٹے اور نسبتا بڑے ممالک سامنے آئے۔ ان پر شاہوں اور شیخوں کے لباس میں اپنے وفادار بٹھائے گئے۔ یہ بات یقینی بنادی گئی کہ پھر کبھی بھی مسلمان ایک قوت نہ بن سکیں اور کبھی بھی ایک حاکم کے گرد جمع نہ ہوسکیں۔ جغرافیائی انتشار کے بعد مسلمانوں میں بڑے پیمانے پر فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے بھی بہت کام کیا گیا۔ عرب نیشنل ازم نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ جب اِنہی بنیادوں پر بعث پارٹی سامنے آئی تو الحادی افکار پھیلانے، حقیقی اسلام سے لوگوں کو برگشتہ کرنے اور اسلام کے نام پر لوگوں کو جمع ہونے سے روکنے کے لیے اعلانیہ کام شروع کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا بھر کے علماء نے اس کا درد اپنی تحریر و تقریر میں پیش کیا۔ اس کا اعتراف کیا جانا چاہیے کہ اس الحادی فکر کے خلاف اخوان المسلمون نے بہت منظم کام کیا ہے۔ اس تحریک کے بانی حسن البناء کی کتابوں اور تقریروں نے عرب نوجوانوں کی فکری اصلاح میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ خوش قسمتی سے عرب

نیشنل ازم کے ریشے بھی مضبوط نہیں ہوئے اور نہ اسے قوت حاصل ہو سکی۔ نیشنل ازم کے خلاف تحریک پوری عرب دنیا میں پھیلی اور قوم پرستی کے خلاف لوگوں میں نفرت پیدا ہوگئی۔ 2011 میں اٹھنے والی عرب بہار کی تحریکوں سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ یہاں عرب نیشنل ازم کے ریشے بہت کمزور ہیں۔ بعثی افکار کے خلاف مضبوط مزاحمت کے باعث اخوان المسلمون نہ صرف مصر، بلکہ عراق اور لیبیا جیسے بہت سے دیگر ممالک میں بھی شدید عتاب کا شکار رہی۔ بے شمار قربانیوں کے باوجود یہ تنظیم کسی ملک کے سیاسی نظام میں تبدیلی نہ لا سکی۔ تمام عرب حکام، جنہوں نے اس تنظیم کو اپنے لیے خطرہ سمجھا، انہوں نے نہ صرف اس کی مخالفت کی، بلکہ وہ اس کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ جب امریکا بھی اسے دہشت گرد تنظیموں کی لسٹ میں ڈالتا ہے تو سعودیہ سمیت بہت سے عرب ممالک امریکا کے اس فیصلے کی تائید کرتے ہوئے پورے خلوص سے اس کا اخوان کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

چند سال قبل مصر میں انتخابات کے ذریعے محمد مرسی اقتدار تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، جو کہ مغربی دنیا میں سب سے زیادہ مقبول اور محبوب طریقۂ اقتدار ہے۔ صرف اسی طریقے سے قائم حکومت کو قانونی سمجھا جاتا ہے۔ مگر جب سال بعد جنرل سیسی نے فوجی بغاوت کی تو چند مغربی ممالک کی جانب سے لفظی مذمت کے باوجود عرب ممالک نے اس بغاوت کی تائید کی۔ جب سیسی کے ہاتھوں مصری عوام کا قتل عام کیا جا رہا تھا اور خواتین سمیت ہزاروں شہریوں کو جیلوں میں ڈالا گیا تو عرب حکام بہت خوشی سے اس کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ جنرل سیسی کو تھپکی دی جاتی تھی اور کروڑوں ڈالر کی امداد دی گئی تھی۔ بظاہر پوری عرب دنیا کی حکومتیں کہتی ہیں کہ وہ یہودیوں کے قبضے سے مسلمانوں کے قبلۂ اول کی آزادی چاہتی ہیں۔ یہ ان کا بڑا ہدف ہے۔ شیخ یاسین رحمہ اللہ کے ہاتھوں بنی ہوئی تنظیم حماس نے اسی قبلہ اول کی آزادی کے لیے اسرائیل کے خلاف مؤثر مسلح جدوجہد شروع کر رکھی ہے۔ سچے مؤقف اور آزادی کی خاطر غزہ کے عوام بہت قربانیاں دے رہے ہیں۔ مسلمان تو مسلمان، بہت سی غیر مسلم قوتیں بھی حماس کی جدوجہد کو حق اور اقوام متحدہ کے اصولوں کے مطابق سمجھتی ہیں، مگر چوں کہ یہ تحریک اسلامی نظام اور جہاد کا نام لے رہی ہے تو عرب شیوخ انہیں اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ اس تحریک کے افکار بھی اخوان المسلمین کے افکار کے قریب قرار دیتے ہیں۔ اس لیے شاہ اِزم کے حمایتی عربوں میں اس کی مخالفت دکھائی دیتی ہے۔ حتیٰ کہ جب اسرائیل کے ہاتھوں انہیں مظالم کا نشانہ بنایا اور مارا جاتا ہے تو مذکورہ عربوں کی طرف سے اس پر خوشی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

عرب دنیا، خصوصاً خلیجی ممالک میں صرف قطر ایک ایسا ملک ہے، جو حماس اور اخوان المسلمون میں سے کسی کو بھی دہشت گرد تنظیم نہیں قرار دیتا۔ نہ اب تک ان کے خلاف کسی کے ناجائز اقدامات کی حمایت کی ہے۔ جب ان دونوں تحریکوں کے رہنماؤں اور ارکان میں سے کسی نے قطر سے سیاسی پناہ کی درخواست کی ہے تو قطر نے اسے کبھی مسترد نہیں کیا۔ بہت احترام کے ساتھ انہیں پناہ دی ہے۔ چوں کہ قطر کا یہ اقدام عالمی اصولوں کے خلاف نہیں تھا تو اس لیے کسی مغربی ملک نے اس پر اعتراض بھی نہیں کیا، مگر سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر اور بحرین جیسے ممالک قطر میں ان تحریکوں کے ارکان کی موجودگی کو دہشت گردی سے تعاون قرار دیتے ہیں۔ اسی جرم پر چند دن قبل انہوں نے اپنے سفارتی تعلقات ختم کیے ہیں۔ سفارت کاروں کو واپس بلا لیا گیا ہے۔ تجارتی تعلقات ختم کر کے سرحدیں بند کر دی ہیں۔ اسی طرح فضائی راستوں کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ سعودی قیادت میں بنے اسلامی فوجی اتحاد سے بھی قطر کو نکال دیا گیا ہے، حالانکہ قطر یمن کے معاملے میں سعودی عرب کا اہم اتحادی رہا ہے۔ اس فیصلے سے 20 روز قبل 20 اور 21 مئی کو سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں جو اجلاس منعقد کیا گیا تھا، اس میں شریک تمام عرب سربراہوں کو ایران مخالف فریق سمجھا جا رہا تھا۔ اس اجلاس میں امیر قطر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی موجود تھے، بلکہ وہ ان چند سربراہان مملکت میں سے تھے، جنہیں 'مہمان خاص' ڈونلڈ ٹرمپ سے ملاقات کا موقع دیا گیا تھا۔ شیخ تمیم نے نہ ہی شاہ سلمان اور نہ ہی محمد بن سلمان کے ماتھے پر اس وقت کوئی

ناگواری دیکھی تھی۔ مگر 20 روز بعد اچانک معاملے کی خرابی کی اس حد تک پہنچی کہ سعودی عرب، امارات اور مصر سمیت 8 عرب ممالک نے قطر کے ساتھ سفارتی و تجارتی تعلقات ختم کر دیے۔ قطر خلیج گلف کونسل کا رکن ہے۔ گلف کونسل میں صرف وہ عرب ممالک شامل ہیں، جن کی خلیج فارس کے ساتھ سرحدیں لگی ہوئی ہیں۔ بحرین، عراق، کویت، عمان، قطر، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب۔

تمام عرب خلیجی ممالک کے فیصلے سعودی عرب کے فیصلے کے مطابق اور ہم نوا ہوتے ہیں۔ کوئی بھی ملک کبھی بھی سعودی عرب کے فیصلے کی مخالف پالیسی نہیں بناتا، مگر قطر کی ساری اقتصادی اور داخلہ پالیسی سعودی عرب کے اثر ورسوخ سے آزاد ہے۔ وہ اپنے تمام معاملات اسی آزادانہ طریقے سے آگے بڑھاتا ہے۔ اس لیے قطر ایران کو دشمن کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے نہ ایران کو سعودیہ اور دیگر خلیجی ممالک کے دیے ہوئے القابات سے پکارتا ہے۔ اسی لیے سعودی عرب اور تمام خلیجی ممالک قطر سے ناراض رہتے ہیں۔ الجزیرہ نامی ٹی وی چینل بھی قطر کا ہے، جو خلیجی ممالک سے متعلق آزادانہ رپورٹنگ کرتا ہے۔ اس حوالے سے سعودیہ اور دیگر ممالک نے بارہا اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے کہ اس ٹی وی چینل کے ذریعے ان کے داخلی معاملات میں مداخلت کی جا رہی ہے۔ جس سے ان کے امن و امان متاثر ہو رہا ہے۔ اس لیے قطر ان معاملات سے دست بردار رہے، مگر قطر نے میڈیا کی آزادی کا مؤقف پیش کیا ہے اور اسی اصول کے ذریعے بظاہر ان کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ کہا جاتا ہے الجزیرہ ٹی وی قطر اور خلیجی ممالک کے درمیان کشیدگی کا باقاعدہ ایک تیسرا سبب ہے۔

اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ مسائل موجود ہیں۔ ماضی میں انہی عوامل کے باعث سعودیہ اور دیگر خلیجی ممالک قطر سے ناراض رہے ہیں۔ بارہا انہوں نے اپنی ناراضی کا اظہار بھی کیا ہے۔ 2014 میں قطر سے خلیجی ممالک کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے تھے کہ دونوں نے سفارتی تعلقات منقطع کر دیے تھے، مگر اس وقت قطر کی فضائی کمپنی پر پابندی نہیں لگائی گئی تھی۔ کویت کے امیر شیخ صباح، جن کے امیر قطر سے ذاتی تعلقات بہتر تھے، انہوں نے درمیان میں ثالث کا کردار ادا کیا اور حالات پھر سے نارمل ہو گئے۔ اس بار شروع ہی سے بات خرابی کی ان حدود تک پہنچ گئی کہ تمام تر تعلقات ایک دم ختم کر دیے گئے۔ اس لیے بات سب جانتے ہیں کہ یہ ٹرمپ کے دورے کے کرشمے ہیں۔ بلاشبہ بات ٹرمپ کے دورۂ سعودی عرب سے خراب ہوئی ہے۔ جب ریاض میں کھڑے ہو کر ٹرمپ نے علی الاعلان ایران کو دہشت گردی پھیلانے والا ملک کہا اور ایران کے حوالے سے سعودی مؤقف کی حمایت کی تو یہ سعودیہ کے لیے واضح پیغام تھا کہ وہ قطر کے خلاف اقدام کرے، کیوں کہ قطر کے ایران کے ساتھ بہتر تعلقات ہیں۔ سعودیہ نے صراحت سے کہا ہے کہ قطر ایران کے تعاون سے دہشت گرد تنظیموں کی مدد کرتا ہے۔ یہ بات اس لیے درست لگتی ہے کہ قطر کے مسئلے کے حوالے سے ٹرمپ کے بیانات بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔ ٹرمپ نے کہا ہے کہ قطر سے سعودیہ کا بائیکاٹ اس کے دورہ سعودیہ کے ثمرات ہیں۔ کیوں کہ وہاں دہشت گردوں سے مالی تعاون کرنے والے ممالک کے خلاف کچھ اقدامات کا تذکرہ کیا گیا تھا۔

'لڑاؤ اور حکومت کرو' کی امریکی پالیسی بہت پرانی ہے، جو اس نے یہاں عراق ایران جنگ کے زمانے سے شروع کر رکھی ہے۔ شام و عراق کی خانہ جنگی اور یمن کی جنگ اسی پالیسی کا تسلسل ہے۔ جس کی وجہ سے شیعہ اور سنی کے درمیان دشمنی کی بہت بڑی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ بعد ازاں امریکا نے سنی مسلمانوں کو بھی آپس میں تقسیم کر دیا۔ امریکا کی کوشش ہے کہ اس خطے میں اسرائیل اور مغرب مخالف رویے کا خاتمہ کیا جائے۔ جس سے عرب ممالک انتشار کا شکار ہو کر بہت کمزور ہو جائیں گے۔ پھر عرب ممالک پر مسلط شاہوں اور شیخوں کی حکومتیں بھی باقی نہیں رہیں گی۔ اس لیے قطر اور سعودی عرب کو حالات کی نزاکت کا ادراک کرنا چاہیے بعد میں ہاتھ ملنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

امریکا نے شکست تسلیم کرلی

عبدالرحیم ثاقب

ڈونلڈ ٹرمپ کی قیادت میں امریکا کی نئی حکومت کے تقریباً 6 ماہ ہونے کو ہیں۔ افغانستان کے حوالے سے مذکورہ حکومت کی پالیسی کا اب تک اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ حالانکہ افغانستان میں امریکی فوج کے جنرل کمانڈ جنرل نکولسن اور اسی طرح امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹکس کے سینیٹر جان مکین افغانستان میں مزید فوج بھیجنے کے حامی ہیں۔ انہوں نے بار بار صدر ٹرمپ سے مزید فوج بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے، مگر ٹرمپ اور کانگریس اب تک افغانستان میں مزید فوج بھیجنے یا افغانستان کے حالات کے حوالے سے اپنی پالیسی کا اعلان نہیں کر سکے۔ 13 جون کو امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس نے امریکی کانگریس سے خطاب کے دوران کہا کہ امریکا اپنی موجودہ اسٹریٹیجی سے افغانستان کی جنگ نہیں جیت سکتا۔

گزشتہ ماہ بیلجیم کے دارالحکومت بروکسل میں صدر ٹرمپ نے نیٹو کے رکن ممالک کے سربراہی اجلاس کے دوران مطالبہ کیا تھا کہ افغانستان میں مزید فوجی بھیجے جائیں، مگر نیٹو نے امریکی صدر کے مطالبے کا مثبت جواب نہیں دیا۔ نیٹو کے جنرل سربراہ ونیس سٹولٹن برگ نے جواباً کہا کہ 'نیٹو تنظیم اپنے مشیروں اور عسکری انسٹرکٹرز کے اضافے کے حوالے سے حالات درست کرنے پر توجہ دے رہی ہے، جس سے وہ مسلح مخالفین (مجاہدین) کے مقابلے میں افغانستان کی سیکورٹی اور دفاعی قوت کو مضبوط کرنا چاہتی ہے، مگر افغانستان میں اضافی فوج بھیجنے یا نہ بھیجنے کے حوالے سے وہ بہت جلد فیصلہ کر لے گی۔

اسی طرح امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس اور عسکری مشیر مک ماسٹر نے افغانستان کے اپنے حالیہ پہلے دوروں میں کہا کہ وہ آئندہ ماہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنے کے حوالے سے فیصلہ کریں گے، مگر اس پورے عرصے میں امریکی کانگریس، عسکری مشیر اور پینٹاگون افغانستان کے حوالے سے کوئی اسٹریٹیجی پلان یا اعلان کر سامنے نہیں لا پائی ہے۔ عسکری ماہرین کے مطابق مجموعی طور پر افغانستان کے حوالے سے امریکی پالیسی اس لیے شکست کا شکار ہے کہ وہ افغانستان کے لوگوں، کلچر اور جغرافیے سے واقف نہیں ہے۔ انہوں نے اب تک افغانستان کے حوالے سے جو پالیسی بنائی ہے، وہ ان لوگوں کے اندازوں اور سوچ کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے، جو سالہا سال قبل افغانستان سے باہر ہی پلے بڑھے ہیں۔ بہت سے تو پیدا بھی اُدھر ہی ہوئے تھے۔ اب وہ خود افغانستان کے موجودہ حالات اور مزاج سے دیگر امریکی شہریوں کی طرح ناواقف ہی ہیں۔

اگرچہ گزشتہ 17 سالوں میں افغانستان میں تمام واقعات امریکا کی واضح شکست کا اعلان کر رہے ہیں، مگر امریکا دنیا کی ایک مغرور اور جارح قوت کے طور پر اس بات کو تسلیم کرنے پر راضی نہیں ہے۔ وہ موجودہ وزیر دفاع جیمز میٹس کی طرح نہتے افغانوں کے ہاتھوں اپنی شکست کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا۔ افغانستان میں امریکی اسٹریٹیجی کی ناکامی پر پینٹاگون کا اعتراف ایسے وقت میں سامنے آیا ہے، جب ان کی حکومت نے گزشتہ 17 سالوں میں 780 ارب ڈالر خرچ کر دیے ہیں۔ چار ہزار کے قریب فوجی ہلاک اور دو لاکھ سے زیادہ زخمی، معذور اور دائمی اعصابی بیماریوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ افغانستان میں اپنی شکست پر جیمز میٹس جیسے اعلیٰ عہدے دار کا اعتراف واشنگٹن کی جانب سے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' پر واضح یوٹرن ہے۔ انہوں نے افغان جنگ کو امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ کا نام دیا، جو انہیں اقتصادی اور عسکری لحاظ سے، بہت مہنگی پڑی ہے۔

اگرچہ امریکا نے اپنے اسٹریٹجک حلیف نیٹو کے ذریعے اس طویل جنگ کو جیتنے کے لیے بہت کوششیں کی ہیں، مگر وہ کامیاب ہو سکا ہے اور نہ آئندہ کامیابی کے کچھ امکانات دکھائی دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ عالمی عسکری، سیاسی، اقتصادی اور پروپیگنڈا اتحاد میں تو یہ جنگ ہم نہیں جیت سکے۔ اب یہ بھی پہلو پیدا ہوا ہے کہ افغان عوام کی مزاحمت عالمی حمایت اور جواز حاصل کرنے لگی ہے تو کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بالآخر افغانستان سے حتمی نجات کا طریقہ یہی ہے کہ استعمار کے قبرستان (افغانستان) میں اپنی شکست تسلیم کر لی جائے۔ اس طرح افغانستان کے تاریخی ناموں میں فخر اور اعزاز کے ایک اور نام 'امریکا شکن' کا بھی اضافہ ہو گیا۔ جس پر غیور مسلمانوں کو مبارک باد دیتا ہوں اور یہ تاریخی معرکہ جیتنے پر جہادی رہنماؤں کو احترام اور عقیدت مندی پیش کرتا ہوں۔

بشیر

افغانستان کی آزادی کا راستہ

اکیسویں صدی 'آزادی کی صدی' سمجھی جاتی ہے۔ عالمی سطح پر ایسی تنظیمیں بھی وجود میں آئیں، جو جنگلوں میں بسنے والی اقوام کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتی ہیں۔ وہ اس حوالے سے عملاً کافی متحرک نظر آتی ہیں۔ بدقسمتی سے افغانستان مسلسل قابض اور جارح عالمی قوتوں کی آماج گاہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ قوتیں افغانستان میں اپنی مرضی کی جغرافیائی حدود بنانا چاہ رہی ہیں۔ وہ اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے جدید ٹیکنالوجی اور اسلحہ حاصل کر کے انہیں خوش حال زندگی فراہم کرتی ہیں، لیکن کمزور ممالک کو روز بروز تاریکیوں کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ اس حقیقت میں کوئی دو رائے نہیں کہ افغان ایک تاریخی اور خود دار قوم کی حیثیت سے دنیائے عالم کی آنکھوں میں کھٹک رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ ہمیں سکون سے نہیں رہنے دیتیں۔ کل سویت یونین افغان مظلوم عوام پر چڑھ آیا تھا، آج امریکا کی غاصبانہ سیاہ کاریاں افغانستان کو خاک و خون کر رہی ہیں۔

اگر ایک طرف ان تمام پریشانیوں اور مسائل کا سبب بیرونی غاصب افواج ہیں، جنہوں نے افغان عوام کو یکے بعد دیگرے مسلسل جنگی دلدل میں پھنسا دیا ہے تو دوسری طرف وہ 'افغان مزدور' ان تکالیف کا سبب ہیں، جو حکمرانی کے نام پر افغانوں پر مسلط ہیں۔ انہوں نے چند ٹکوں کی خاطر اپنا ایمان، اپنی ملت اور اپنا ملک کفار کی گود میں رکھ دیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ان ضمیر فروش اور دانش فروشوں سے وہ اَن پڑھ بہتر ہیں، جنہوں نے ایک لمحے کے لیے غاصبین کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ افغان باشندوں کا حق ہے کہ وہ افغانستان کو لوٹنے والے غاصبوں کو خوش آمدید کہنے والوں کا محاسبہ کریں۔ حال ہی میں امریکی سینیٹ کے عسکری امور کی کمیٹی کے سربراہ جان مکین کی سربراہی میں امریکی غصب کو طول دینے کے لیے جن افغان رہنماؤں نے ملاقات کی اور امریکا سے امداد کی بھیک مانگی ہے، وہ سب دانشور، پروفیسرز اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ کوئی غریب اور کاشت کار ان میں شامل نہیں تھا۔ افغانستان کے حکمرانوں نے چند ڈالروں کی خاطر افغانوں کے ایمان اور خون کی تجارت شروع کر رکھی ہے۔ آج بھی وہ امریکی مفادات کے لیے مصروف اور مزید فوجی دستے بھیجنے کے لیے درخواست دیے ہوئے ہیں۔ بیرونی طاقتوں کی بھیک پر پلنے افغانی کسی طرح کی رعایت کے حق دار نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان کی صلاحیتیں ہمیشہ افغانستان کی فلاح و بہبود کے بجائے بیرونی اقوام کی کامیابی کے لیے صرف ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے افغان عوام انہیں انتقام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیوں کہ یہ حکمران طبقہ ملک دشمن اور دین و ملت کا غدار ہے۔

ماضی میں یہی لوگ سویت یونین کے ساتھ کھڑے تھے۔ آج بھی ملت دشمنی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے امریکا کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان میں شرم و حیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ امریکا انہی بے ضمیر افغانوں کے مطالبے پر جنگ ختم کرنے کی بجائے اسے طول دے رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے دیگر اتحادی ممالک سے فوجیں لی جاتی ہیں، تاکہ اپنی شکست میں فتح کا رنگ بھرا جا سکے۔ امریکی لغت میں جائز و ناجائز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ امریکی آئین یہی ہے کہ جو اس کے مفاد میں بہتر ہو، وہ 'جائز' ہے اور جو اس کے مفاد میں اچھا نہ ہو، چاہے کسی اَور کے مفاد میں بہتر ہو یا نہ ہو، وہ 'ناجائز' ہے۔ گزشتہ 16 سالوں میں امریکا کی پوری کوشش رہی کہ افغانستان میں کامیابی حاصل کر سکے۔ اس مقصد کے لیے اتحادی ممالک سے فوجی تعاون بھی مانگا گیا۔ کرائے کے فوجی بھی حاصل کیے گئے، لیکن کامیابی پھر بھی نہیں مل سکی۔ مستقبل میں بھی کسی طرح کی کامیابی کی امید نہیں ہے۔ کیوں کہ جب لاکھوں کی تعداد میں موجود افواج کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں کی جا سکی تو چند ہزار افواج کے ذریعے کیا خاک کامیابی ملے گی۔

امریکا جنگ کو طول دے کر افغانوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔ افغانوں کو اپنی آزادی کی فکر کرتے ہوئے جدوجہد ہر حال میں کرنا ہوگی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کی صف میں شامل ہو جایا جائے۔ ایک جان ہو کر بیرونی افواج اور ان کے داخلی سہولت کاروں پر زمین تنگ کر دی جائے۔ ان پر پے در پے حملوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع کیا جائے۔ یہی راستہ آزادی کی منزل کی طرف جاتا ہے۔

امریکی آکسیجن پر سانس لیتی کابل انتظامیہ

معین احمد خروٹی

امریکی اعتراف کے مطابق امارت اسلامیہ افغانستان کے آدھے حصے پر حاکم ہیں۔وہ اپنے زیر نگین علاقوں میں فوجی اور انتظامی مہمات جاری رکھے ہوئے ہیں۔لوگ انہیں امن و امان کے حوالے سے پسند کرتے اور خوش آمدید کہتے ہیں۔ کابل انتظامیہ ایک طرف مجاہدین کے شدید رد عمل کا سامنا کر رہی ہے، جب کہ دوسری جانب اندرونی اختلافات سے اس کا نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر کھوکھلا ہو چکا ہے۔ اپنے ہی معاون جنرل دوستم اور نائب صدر کے ساتھ اشرف غنی کے تعلقات کشیدہ ہیں۔

امریکی حکام ایک طرف اپنی غاصبانہ جنگ کو طول دے رہے ہیں اور دوسری جانب موجودہ حکومت کی دگرگوں حالت زار سے سخت تشویش میں ہیں۔ ان کی پوری کوشش ہے کہ حکومت کی گرتی ساکھ کو سہارا دے کر بچایا جائے۔ یہی وجہ ہے امریکا نے پچھلے دو ہفتوں سے اپنے سفارتی ماہرین اور فوجی حکام کی کابل میں تعداد بڑھادی ہے۔ تقریبا ہر ہفتے یہی سلسلہ جاری دیکھنے کو ملتا ہے۔ امریکا کی ان فوجی مہمات میں امریکی وزیر دفاع جنرل جیمس مٹیس، متحدہ امریکی پولیس کے سربراہ مک ماسٹر، امریکی فوج کے ایک اعلی اہل کار جنرل جوزف اور امریکی سینیٹ میں فوجی امور سے متعلق کمیٹی کے سربراہ جان مکین بھی شامل ہیں۔ وہ افغانستان آ کر اشرف غنی کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ واشنگٹن آپ کی پشت پر ہے۔ جب کہ آپ کے اختلافات مجاہدین کے سامنے کمزوری کا سبب بن رہے ہیں۔ بیرونی امداد کے بل بوتے پر افغانستان میں امن کا قیام ہرگز نہیں ممکن نہیں ہے۔ اگر گزشتہ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو بیرونی افواج نے کبھی بھی افغانستان کے مزدور اور کٹھ پتلی حکمرانوں کو اقتدار مکمل طور سپرد نہیں کیا۔ اگر انگریز اپنے مزدور شاہ شجاع اور روس اپنے حمایت یافتہ ببرک کارمل کو افغانستان میں اقتدار دلا کر نہیں بچا سکے تو اشرف غنی کا بھی یہی حال ہو گا۔

کابل میں حالیہ مظاہرے، افغانستان سے باہر موجودہ حکومت کے خلاف اتحاد اور حکومت کے اندرونی اختلافات اس بات کو واضح دے رہے ہیں کہ اشرف غنی مزید افغانستان کے صدر نہیں رہ سکتے۔ ان کے پاؤں ڈگمگا گئے ہیں۔ یہ تو صرف امریکی کارستانیاں ہیں کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کو افغان عوام پر مسلط کر رکھا ہے۔ واشنگٹن سے مصنوعی آکسیجن کے ذریعے اسے سانس فراہم کیا جاتا ہے، لیکن یہ سانس جلد یابدیر ختم ہونے والی ہے، جس سے موجودہ حکومت موت کے گھاٹ اتر جائے گی۔

منصوری آپریشن سے وہائٹ ہاؤس پریشان

شاہد غزنیوال

عید الفطر کے بعد مجاہدین نے ایک بار پھر منصوری آپریشن کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ پورے افغانستان میں دشمن کے ٹھکانوں کو اپنے حملوں کی زد پر رکھ لیا ہے۔ ان کارروائیوں کا سلسلہ ہلمند سے لے کر شمال، مشرق اور جنوب کی جانب پوری تیزی سے جاری ہے۔ جس میں بیرونی قوتوں کے ساتھ ساتھ ان کے اندرونی غلاموں کو بھی بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا ہے۔ ان حملوں میں سب سے مؤثر حملہ شمال میں 'شاہین فوجی چھاؤنی' میں پیش آیا، جس میں ایک سرفروش مجاہد کے ہاتھوں کئی بیرونی جارحیت پسندوں کی ہلاکت واقع ہوئی۔ اسی طرح ہلمند اور ننگرہار میں منصوری نوجوانوں کے ہاتھوں کئی امریکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ منصوری آپریشن کی کامیاب کارروائیوں میں کئی امریکی فوجیوں کی ہلاکت ایسے حالات میں ہو رہی ہے کہ جہاں وہائٹ ہاؤس افغانستان کے لیے نئی فوجی اسٹریٹیجی تشکیل دینے میں مصروف ہے۔ پینٹاگون افغانستان کے عسکری حالات جاننے کے لیے اپنے نمائندے یہاں بھیج رہا ہے۔ ٹرمپ حکومت کے وزیر دفاع جیمز میجز، وہائٹ ہاؤس کے سکیورٹی مشیر، امریکی آرمی چیف جنرل جوزف ڈین فورڈ اور کانگریس میں عسکری کمیٹی کے سربراہ سینیٹر جان مکین پے در پے کابل آئے۔ انہوں نے یہاں موجود حوصلہ ہارے ہوئے امریکی فوجیوں کا مورال بلند کرنے کے لیے ان سے ملاقاتیں کیں۔

افغانستان میں ان تمام اعلیٰ حکام کی آمد ایک مخصوص ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے ہے۔ یہ مخصوص ذمہ داری افغانستان میں عسکری حالات کا جائزہ لینا اور اس کی بنیاد پر اس ملک کے لیے امریکا کی نئی اسٹریٹیجی تشکیل دینا ہے۔ امارت اسلامیہ کی عسکری سرگرمیوں کے نگران نے امریکی حکام کی مسلسل آمد و رفت کا بغور جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے پورے افغانستان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک حکمتِ عملی تشکیل دی ہے، جس سے امریکی عسکری ماہرین کو ایک دھچکا لگا ہے۔ ان کے افغانستان سے متعلق ہر طرح کے عزائم اور ارادوں کی صلاحیت سلب کر لی ہے۔ مجاہدین نے منصوری آپریشن میں اسی نئی حکمتِ عملی کو عملاً نافذ کر کے ذیل کے اہداف مقرر کیے ہیں:

الف) عسکری آپریشن کے دوران امریکی جارحیت پسندوں کو ہدف بنانا اور محفوظ مقامات میں ان کے فوجی مراکز کو نشانہ بنانا۔

ب) دارالحکومت کابل سمیت بڑے شہروں میں بیرونی جارحیت پسندوں کے سفارتی مراکز اور ان کے افراد کی باریک بینی سے نگرانی اور ممکنہ حالات میں اُنہیں یرغمال بنالینا۔

ج) بڑے شہروں میں کابل انتظامیہ کے فوجی مراکز کو حملوں کا نشانہ بنانا اور زمین سے اُن کا نشان تک مٹا دینا۔

د) افغانستان کے جو علاقے جمہوری انتظامیہ کے قبضے میں ہیں، وہاں ان کے فوجی جوانوں کو دعوت اور افہام و تفہیم کے ذریعے فوج چھوڑنے اور مجاہدین کا ساتھ دینے پر آمادہ کرنا۔ ان فوجیوں کو متعلقہ دعوت و ارشاد کمیشن کے پروگرام میں شامل کرنا۔

الحمدللہ! دیکھا گیا ہے کہ مجاہدین کی یہ حکمتِ عملی بہت کامیاب جا رہی ہے۔ دشمن کو عسکری اور میڈیائی حوالے سے گہرے گھاؤ پہنچے ہیں۔ قریب دو ماہ میں داخلی کٹھ پتلیوں کے علاوہ بیرونی جارحیت پسندوں کو بھی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہلمند کے مرکز لشکر گاہ اور قندوز کے اسٹریٹیجک شہروں پر محاصرہ مزید تنگ کر دیا گیا ہے۔ حقائق کو دیکھا جائے تو منصوری آپریشن میں مجاہدین کی اس کامیاب اسٹریٹیجی نے پینٹاگون کی حکمتِ عملی کو چیلنج کر دیا ہے۔ ٹرمپ حکومت کے آغاز سے ہی فوجی حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے تدبیریں سوچی گئیں، مگر گزشتہ چھ ماہ کے دوران پینٹاگون اور سی آئی اے کے فوجی ماہرین اب تک اس کی تیاری اور عملی نفاذ میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ قندوز اور لشکر گاہ جیسے اہم ترین حساس علاقوں کے قریب مجاہدین کی موجودگی اور ان کا محاصرہ کابل انتظامیہ کی اہلیت پر سوالیہ نشان ہے۔ بیرونی تعاون کے باوجود کابل انتظامیہ کا حوصلہ ٹوٹا ہوا ہے۔ مجاہدین کے مقابلے میں ان کی ہر طرح کی اقدامی صلاحیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

افغان حکومت کی انتہائے ذلت

عزیز شفیق

امریکا اور نیٹو جو بھی فیصلہ کرتے ہیں، ان کے افغان مزدور اور کٹھ پتلی ان فیصلوں کو آنکھیں بند کر کے مان لیتے ہیں۔ یہ ایک آزاد و خود مختار مملکت کے لیے شرم و عار کی بات ہے۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو گی کہ ایک ملک میں پرائی جنگ کو طول دینے کے لیے امریکا اور نیٹو فیصلے کرتے ہوں۔ فیصلہ کرتے وقت اس ملک کا کوئی نمائندہ موجود ہوتا ہے اور نہ ہی فیصلہ کرتے وقت اس ملک کے مفاد کو مد نظر رکھا جائے۔ اس کے باوجود خود مختاری کے دعوے دار اس فیصلے کے سامنے آنکھیں بند کر کے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اشرف غنی کے لیے اس سے بڑھ کر شرم اور ذلت کا کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔

گزشتہ 16 برس سے ڈیڑھ لاکھ سے زائد فوج نے افغانستان میں طوفان بد تمیزی برپا کر رہے۔ سیکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں افغان عوام اس بے نتیجہ جنگ میں لقمہ اجل بن گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج سولہ برس گزرنے کے بعد ملک پہلے سے کئی گنا زیادہ بدامنی کا شکار ہے۔ ان کی نیت اور عقل پر ماتم کرنا چاہیے، جو ایک ہی سوراخ میں دوسری مرتبہ ڈسے جانے کے لیے عوام کو مشورہ دے رہے ہیں۔ عوام باشعور ہیں۔ وہ بے ضمیر ہیں اور نہ ہی عقل سے کورے کہ قربان بھی ہو جائیں اور اپنے ہی قاتلوں کو خوش آمدید بھی کہیں۔ افغانستان کے لیے مزید چند ہزار فوجی بھیجنے کے حوالے سے امریکا اور نیٹو کا فیصلہ منظر عام پر آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ ذلت و رسوائی اس ملک پر کب آئے گی، جب امریکا اور نیٹو کو پورے ملک میں کام کے ایسے بندے نظر نہیں آئے کہ انہی کے ملک بارے ان سے کوئی مشورہ طلب کیا جائے یا انہیں اعتماد میں لیا جائے۔ اس کے باوجود بعض افغان حکام کی طرف سے اس فیصلے کو سراہا گیا ہے۔ تاریخ اپنے سینے میں ہمیشہ کے لیے یہ چہرے محفوظ کر لے گی۔ بیرونی افواج کی جانب سے جو وحشت و سربریت افغانستان پر برپا ہے، اس کا سوال بھی انہی سے کیا جائے۔

یہ سطور گواہ رہیں گے اگلے چند برسوں میں روس اور اس کے افغان حمایتیوں کی طرح اس مرتبہ بھی امریکا اور اشرف غنی کمپنی کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ اِن داخلی مزدوروں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ امریکی اور اتحادی الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوں گے۔ غاصب افواج خود کو موجودہ دور کی طاقت ور ترین فوج شمار کرتی ہیں۔ وہ دن دور نہیں، جب وہ ایک تاریخی شکست سامنا کرے گی۔ افسوس تو ان حکمرانوں پر ہے، جو خود کو افغانی کہتے ہوئے اپنے ملک کی خود مختاری پر حملہ کرنے والوں کے پاؤں میں بیٹھے اُن کا بچا کھچا کھا رہے ہیں۔

ایک قابل تعریف اقدام

صلاح الدین صارم

افغانستان میں تقریباً تین دہائیوں سے جہادی عمل جاری ہے۔ اس عرصے میں بہت سے کام ایسے بھی نظر آتے ہیں، جنہیں غلط حکمتِ عملی کہا جا سکتا ہے۔ البتہ بہت سی کوتاہیاں ایسی بھی ہیں کہ اگر انہیں پر کھا جائے تو اُن میں پوشیدہ خیر کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ اگرچہ اُن پر بھی طویل غور و خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت اس جیسی سیکڑوں مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ جہاد کے اس عمل میں ہمارے افغان بھائی اپنی طبیعت اور مزاج کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ جب تک رخصت پر کسی نقصان کا شائبہ نہ ہو، اختیار کرتے رہیں گے، ورنہ عزیمت ہی میں عافیت ہے۔ ایک قابل تعریف اقدام یہ کہ رمضان المبارک کے آغاز میں امارت اسلامیہ کے امیر شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کے فرمان کے مطابق افغان آرمی کے دوران جنگ گرفتار کیے جانے والے فوجی خیر سگالی کے تحت آزاد کر دیے گئے۔ گزشتہ سال بھی عید الاضحی کے دوران 106 جنگی قیدیوں کو رہا کیا گیا تھا۔ اسی طرح ہلمند میں بھی کچھ عرصہ قبل چند ایک قیدی رہا کیے گئے۔ بعد ازاں اسی جیل پر امریکی فوج نے بمباری کی، جس سے جیل میں موجود سبھی قیدی مارے گئے تھے۔

یہ عمل بذات خود انتہائی مستحسن، اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اور انسانی ہمدردی کے پیشِ نظر کیا گیا تھا، لیکن چوں کہ افغان معاشرے میں جہالت کی جڑیں کافی گہری ہیں۔ دوسری طرف ان پر ظلم و بربریت کے طویل ادوار بھی گزر چکے ہیں، ایسے میں ترحم اور شفقت کے اس معاملے کو جتنا سراہا جائے کم ہے۔ اس کا بدلہ اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ اس سارے عمل میں جو منفی ردِ عمل ظاہر ہونا تھا، اب ختم ہو کر مثبت ردِ عمل کا فائدہ بھی ہمیں پہنچے گا۔ ایسے حالات میں اپنی رضا کو اللہ تعالی کی رضا پر قربان کر دینا چاہیے۔ اگرچہ امارت اسلامیہ کے اس فراخ دلانہ عمل کو میڈیا میں سراہا نہیں گیا، لیکن چوں کہ یہ عوام کے ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر کیا گیا تھا، اس لیے ہمیں کسی بھی طرح کے رد عمل اور تعریف کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ عمل جس طرح آج کیا گیا، آئندہ بھی اسی طرح کے اقدامات کی امید رکھتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے دعوت و ارشاد کمیشن کی کوششیں نہایت کامیابی کے ساتھ افغانستان کے طول و عرض میں جاری و ساری ہیں۔ اگر ہم اس کامیابی کا جائزہ لیں تو اس میں اہم کردار قیدیوں کے ساتھ بہتر رویہ بھی ہے، جو امارت اسلامیہ روا رکھتی ہے۔ یہ عمل دشمن کے علاقوں، اس کے ہم نواؤں کے لیے بھی ایک مثبت پیغام ہے اور ان کے لیے بھی، جو بامر مجبوری دشمن کے ساتھ کھڑے ہیں اور حقیقت ظاہر ہونے پر امارت کے ساتھ آملتے ہیں۔ در حقیقت صلح کی کوششوں میں ان جیسی پُرخلوص سرگرمیاں خاصی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اگر افغان حکومت واقعی امن و صلح کی کوششوں میں سنجیدہ ہے تو صلح کے نمائشی اعلانات کے علاوہ میدان میں کچھ کرنے کا کام کرنا چاہیے۔ اپنی جیلوں میں قید امارت کے رہنماؤں کو آزاد کرنا چاہیے، جن کے ساتھ غیر انسانی رویہ روا رکھا گیا ہے۔

مجاہدین کے کامیاب جنگی حربے

ابو عبید

فوجی امور کے ماہرین کے مطابق جنگ جیتنے کے لیے بلند حوصلے کے علاوہ موثر جنگی حکمت عملی ضروری ہے۔ فریقین میں سے جس کی حکمت عملی اور حربہ پیچیدہ اور موثر ہونے کے ساتھ اس پر عمل درآمد کرنے کی صلاحیت ہو تو وہ فریق جنگ میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

گزشتہ سال اکتوبر میں مجاہدین نے دوسری بار قندوز شہر فتح کیا۔ میں نے قندوز کے ایک مجاہد سے پوچھا کہ مجاہدین نے کیسے اچانک اتنا وسیع اور موثر آپریشن کر لیا؟ اس نے حیران کن جواب دیا۔ بتایا: 'ہم نے قندوز شہر کو فتح کرنے کے لیے پہلے سے منصوبہ بندی نہیں کی تھی بلکہ یہ آپریشن جنگی حکمت عملی اور حربے کے طور پر ہوا، جس کے نتیجے میں قندوز شہر فتح ہوا۔ دراصل کابل حکومت نے چند روز قبل قندوز میں فوجی آپریشن کا اعلان کیا اور سیکڑوں ٹینکوں، فوجی گاڑیوں اور ساز و سامان قندوز منتقل کیا گیا۔ پھر قندوز کے ضلع دشت آرچی سے آپریشن کا آغاز کیا۔ سرکاری فورسز نے اپنی بھرپور قوت کو دشت آرچی میں جمع کیا تھا۔ اگر مجاہدین ان کے خلاف دشت آرچی میں مقابلہ کرتے تو مقامی لوگوں اور مجاہدین کو ممکنہ طور پر بھاری نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔ اس لیے قندوز کے گورنر ملا عبدالسلام اخوند نے سرکاری فورسز کو دفع کرنے اور آپریشن ناکام بنانے کے لیے عجیب حربہ استعمال کیا۔ چوں کہ اس وقت حکومت کی تمام تر توجہ دشت آرچی پر مرکوز تھی۔ تمام فوجیوں کو وہاں تعینات کیا گیا تھا۔ ملا عبدالسلام اخند نے ایک ہنگامی ایکشن پلان کے تحت رات کو قندوز شہر پر حملے کے لیے منصوبہ تیار کیا۔ سیکڑوں مجاہدین کو بھاری ہتھیاروں سے لیس کیا اور قندوز شہر پر اچانک حملہ شروع کر دیا۔

قندوزی مجاہد نے بتایا کہ اس سے قبل دشت آرچی میں مجاہدین پر کافی دباؤ تھا، لیکن جب ہم نے قندوز شہر پر حملہ شروع کیا تو کچھ لمحات بعد ہم نے دشتی آرچی میں مجاہدین کے ساتھ رابطہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سرکاری فورسز نے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ اب وہ مرکزی شہر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اس وقت حکومتی کمانڈروں نے اعلان کیا کہ دشت آرچی کا آپریشن منسوخ کر کے صوبائی دارالحکومت کا دفاع کیا جائے۔ اس حکمت عملی کے تحت نہ صرف مجاہدین نے دشمن کا مہینوں سے بنایا ہوا منصوبہ ناکام بنا دیا، بلکہ ایک بہترین حکمت عملی اور نظم و نسق کے ساتھ قندوز شہر کو فتح کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

حالیہ دنوں میں حکومتی فورسز نے بغلان اور ہلمند کے اضلاع میں فوجی آپریشن شروع کیا تھا۔ اس نے کچھ جگہوں پر پیش رفت کا دعوی بھی کیا گیا تھا، لیکن مجاہدین نے چار دن کے دوران افغانستان کے کونے کونے میں بھرپور کارروائیوں کا آغاز کر دیا، جس کے باعث اشرف غنی کے جرنیلوں سے تمام راستے گم ہو گئے۔ مجاہدین نے اسی وقت قندوز، بغلان، فاریاب، ہلمند، زابل، غور اور بدخشان صوبوں میں ایسی کارروائیاں کیں کہ نہ صرف فتوحات حاصل ہوئیں، بلکہ سرکاری فورسز کو بھاری جانی نقصان بھی پہنچا۔ صوبہ فاریاب کا ضلع لولاش، بغلان کا ضلع گزرگاہ نور، فراہ کا ضلع پشتکوہ، غور کا ضلع تیورہ مکمل طور پر فتح ہوا ہے۔ جب کہ مجاہدین نے بغلان کے ضلع مرکزی بغلان اور پل خمری، قندوز کے خان آباد، ہلمند کے گریشک، پکتیا کے جانی خیل سمیت دیگر علاقوں میں نے قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

مجاہدین کی بہترین اور بروقت، منظم، مضبوط اور موثر حکمت عملی سے ثابت ہوتا ہے کہ مجاہدین دشمن کے ہتھکنڈوں کو ناکام بنانے کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں۔ دشمن کی جنگی حکمت عملی کمزور ہے۔ دشمن وہی پرانا حربہ بار بار استعمال کرتا ہے۔ مخالفین یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ مجاہدین ایک نئی شکل میں ان پر حملہ آور ہوں گے۔ وہ نئے منصوبے کے تحت غلبہ حاصل کریں گے۔

کابل حکومت کی امید پوری نہ ہو سکی

عابد

جب انہیں ہر قسم کے جرائم سے استثناء حاصل ہے۔ قتل و غارت گری سمیت انسانی حقوق کی واضح خلاف ورزی کی کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ قوانین کے ساتھ وفاداری کا دم اس وقت بھرا جاتا تھا، جب ڈالر اور دیگر مراعات بھی ساتھ ملتی تھیں۔ اب جب انہیں مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس جنگ میں ان کی قربانیاں تسلیم نہیں کی جارہیں تو ظاہر ہے وہ جرائم میں ہی اپنے جوہر دکھائیں گے۔ قوانین کی دھجیاں بکھیریں گے۔ کیوں کہ انہیں یقین نہیں دلایا گیا تھا کہ کامیابی اور ملک میں اثر و نفوذ کی صورت میں انہیں ملک کی باگ ڈور حوالے کر دیں گے۔ کابل حکمرانوں کو کب پتا تھا کہ وہ جس اقتدار کے لیے اپنا ایمان بیچ چکے ہیں، وہ اسی اقتدار میں غلام ہی رہیں گے۔ حکمران نہیں بن سکیں گے۔

مغرب کی کاسہ لیسی اور چاپلوسی ان کی عادت بن چکی ہے۔ جب تک ان کا پیٹ ڈالر سے بھر رہا ہے، خاموش رہیں گے۔ ورنہ ان کی بے چینی دیکھنے لائق ہوتی ہے۔ اسی مجبوری کی بنا پر ٹرمپ انہیں مدد پہنچا رہے ہیں، ورنہ کابل میں اشرف غنی نام کا صدر کب کا فنا ہو چکا ہوتا۔

اب ٹرمپ بھی شدید دباؤ میں ہیں کہ کب تک افغانستان کی نااہل حکومت کی مدد کے لیے اپنے ملک کے وسائل یوں برباد کریں گے اور کب تک یوں نامعلوم اہل کاروں کے لیے تنخواہیں اور مراعات بھیجے جائیں گے؟ اب افغانستان میں مردم شماری پر بھی سوالات اٹھ رہے ہیں۔ ٹرمپ انتظامیہ بھی دباؤ کا شکار ہے۔ یہی وجہ آج تک افغان حکومت کے حوالے سے وہ اپنی پالیسی کا اظہار نہیں کر سکے۔ یہاں جو بھی قبضے کی نیت سے آیا، وہ یہاں کے عوام کے دکھوں کا مداوانہ کر سکا۔

سویت یونین بھی لاؤ لشکر سمیت آیا، لیکن آخر میں اِس آزاد و خود مختار خطے کو دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ امریکا کو بھی اسی صورت حال کا سامنا ہے۔ وہ بھی جلد یا بدیر شکست تسلیم کر کے ہی رہے گا۔ کابل کے قومی لٹیروں کو مایوسی کا سامنا ہے۔ جن لوگوں کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری مناصب سے معزول کر دیے گئے، وہ اب دیگر ممالک کی غلامی کے لیے پَر تول رہے ہیں۔ روز کسی غیر ملکی سفارت خانے کا چکر لگاتے ہیں، تاکہ گزشتہ ادوار کی طرح اب دیگر ممالک کے وسائل سے اپنا حصہ لے کر لطف اندوز ہوں۔

کٹھ پتلیوں کو اب آزادی یاد آئی؟؟!

جنرل دوستم پر الزام ہے کہ انہوں نے اپنے معاون احمد ایشچی کے ساتھ جنسی زیادتی کی ہے۔ ایوان صدر کے معاون ہونے کی حیثیت سے ان کے اس عمل کی وجہ سے پورے ایوان صدر کی سبکی ہوئی ہے، بلکہ ان کے مغربی آقا امریکی حکام بھی بے آبرو ہوگئے ہیں۔ حال ہی میں دوستم نے عطانور اور محقق کے ساتھ نیا اتحاد بنا کر اشرف غنی کے خلاف مہم چلانا چاہی تھی۔ امریکا اشرف غنی پر بہت مہربان ہے، لیکن اب ایک بار پھر احمد ایشچی کا معاملہ گرم ہوا ہے۔ امریکی سفیر اور چند دیگر مغربی حکام نے کہا ہے کہ دوستم کے بارے میں قانونی کارروائی کر کے انہیں اس جرم کی سزا دینی چاہیے۔ مغربی حکام کے اس مؤقف سے ان کے پرانے اتحادی عطانور اور محقق حیران و پریشان ہیں۔ حتیٰ کہ اُن کی اعلان کردہ تنظیم کو چیلنج کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دوستم کے نئے اتحادیوں کو اعتراض کرنے کو کچھ نہ ملا تو کہنے لگے کہ دوستم کے معاملے میں امریکا افغانستان کی آزادی پر حملہ آور ہے۔

محقق کے حالیہ بیانات کے تناظر میں وہ جن حکام کی معاشی زندگی امریکا سے وابستہ ہے، اُن کا کہنا ہے کہ دوستم کے معاملے میں امریکا کی مداخلت افغانستان کی آزادی پر حملہ اور ملکی خود مختاری کے منافی عمل ہے۔ محقق، دوستم اور ان کے وکلاء سمیت جن لوگوں کا کہنا ہے امریکا افغانستان کی آزادی پر حملہ آور ہے، یہ سب وہ لوگ ہیں، جو پچھلے پندرہ سال سے امریکا کے ہاتھوں افغانستان کی آزادی کے خلاف بخوشی استعمال ہو رہے تھے۔ یہی وہ دوستم ہیں، جو امریکی یلغار کے شروع دن سے امریکی خفیہ ایجنسیوں کے ماتحت 'الفا' ٹیم کے ساتھ مختلف ذمہ داریاں انجام دے رہے تھے۔ وہ اب تک امریکا کے لیے مزدور کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔

یہی عطانور ہیں، جو 'بریو' نامی سی آئی اے کے ٹیم کے ساتھ مجاہدین کے خلاف استعمال ہوتے رہے ہیں۔ گریشرون انہیں پنج شیر سے معاوضہ خدمت بھیجتے تھے۔ یہی ملک و ملت کے غدار کل تک مغرب اور امریکا کی کاسہ لیسی کے فرائض سر انجام دیتے تھے۔ تب اِنہیں افغانستان کی خود مختاری اور استقلال یاد نہیں تھا، لیکن آج جب ان کے شخصی مفاد کو ٹھیس پہنچی ہے تو انہوں نے آہ و زاریاں شروع کر دی ہیں کہ امریکی موجودگی سے ملکی استقلال اور خود مختاری کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان غداروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ پندرہ سال قبل انہی کی مدد سے امریکا اور نیٹو نے افغانستان کی آزادی و خود مختاری پر حملہ کیا تھا۔

انہی کے تعاون سے ایک لاکھ سے زائد غیر ملکی فوج نے یہاں ڈیرے ڈال لیے تھے۔ افغانستان کی خود مختاری اور آزادی و حریت کی آواز کو دبایا گیا تھا۔ افغانستان کو سیاسی، اقتصادی، انتظامی اور ثقافتی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ تب انہیں افغانستان کی آزادی یاد نہیں تھی؟! مملکت کے باسیوں کو اپنا حافظہ تیز کر کے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز کرنی چاہیے۔ انہیں اسلام دشمن قوتوں کا ادراک کرنا چاہیے، جنہوں نے افغان عوام کو آگ کی بھٹی میں جھونک دیا کر خود ڈالروں کی بارش وصول کی تھی۔ ان کٹھ پتلیوں کو پتا ہونا چاہیے کہ افغانستان کی آزادی اور خود مختاری کو تمہاری کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی کٹھ پتلی کبھی آزاد اور خود مختار ہو سکتے ہیں۔

نیٹو افغانستان سے کیا چاہتا ہے؟

'افغانستان کو کوئی ملک فتح نہیں کر سکا اور نہ ہی کوئی اسے ہضم کر سکا۔ یہ جملہ محض کسی خوش فہمی، خوش عقیدگی پر مبنی جذباتی جملہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت پر مبنی وہ جملہ ہے، جس کی گواہی کوئی انسان نہیں، بلکہ افغانستان پر گزرے انقلابات دے رہے ہیں۔ ہر غاصب نہایت ہی تکبر اور نخوت کے ساتھ آتا ہے اور انجام کار اُسے اپنا غرور خاک میں فنا ہوتے دیکھنا پڑتا ہے۔ امریکی جارحیت کے تین سال کے بعد سے آج تک خود امریکی حکام درج بالا حقیقت کا کئی بار اعتراف کر چکے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی جارحیت کو مختلف بہانوں سے جائز ہونے کے ڈھونگ رچاتے ہیں، لیکن اس بات پر سبھی متفق نظر آتے ہیں کہ 'طاقت کے بل بوتے اس ملک کو فتح کرنا ناممکن ہے۔' ٹرمپ کو اوباما سے وراثت میں ملی پالیسی پر جب کانگریس میں بحث ہوئی تو وہاں بھی اسی حقیقت کا اعتراف کا دکھائی دیا۔ کانگریس کے اجلاس میں ایک رکن کانگریس کے سوال کے جواب میں امریکی وزیر دفاع جیمس میٹس نے بھی اعتراف کیا کہ جنگ جیتنا ناممکن ہوگیا ہے۔ ابھی ہم فتح کی پالیسی بنا رہے ہیں۔

نیٹو میں شریک ممالک کے وزرائے دفاع کا جلاس اسی لیے بلایا گیا تھا، جو بے نتیجہ ختم ہوگیا۔ اس اجلاس میں نیٹو کے ایک اور اہل کار 'سٹولٹن برگ' نے پہلے تو کچھ نہیں کہا لیکن جب دیگر اراکین نے مخالفت کی تو انہیں بھی جرأت دکھانا پڑی۔ وہ کہنے لگے: '2014 میں افغان جنگ ختم کرنے کا فیصلہ درست تھا۔ ہمیں پہلے ہی یہ فیصلہ کرلینا چاہیے تھا۔ نیٹو کی ذمہ داری 2014 کے آخر تک تھی، جو ختم ہو چکی ہے۔ اگر ہم اس وقت ذمہ داریاں حوالے کرتے تو بہتر ہوتا، کیوں کہ طاقت سے اتنے عرصے میں مسئلہ حل نہیں کیا جا سکا تو آگے بھی کوئی امید نظر نہیں آتی۔' افغانستان سے متعلق ٹرمپ کے غیر معقول فیصلوں کے حوالے سے مغربی میڈیا نے اپنی ذمہ داریاں ادا کیں۔ گزشتہ دو مہینوں کے دوران نہایت کھری کھری سنائیں اور موجودہ امریکی پالیسیوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ حال ہی میں نیٹو کے اجلاس بارے بی بی سی کے دفاعی تجزیہ نگار جنتن مارکس نے بھی اسی حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: 'افغان جنگ مزید فوجی بھیجنے سے نہیں جیتی جا سکتی۔ اب نیٹو کی کوشش ہے کہ وہ اس جنگ میں شکست سے خود کو بھی اور افغان حکومت کو بھی بچائے۔'

شکست کے سامنے کھڑے رہنا انتہا درجے کی بے وقوفی ہے۔ سولہ سالوں سے جاری بے نتیجہ جنگ اور اس کے منفی اثرات کے ظاہر ہونے کے باوجود مزید فوج بھیجنا چہ معنی دارد؟ نیٹو مزید فوج بھیجنے سے کیا حاصل کرے گا؟ نیٹو اور امریکا ان حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے پالیسی میں تبدیلی کیوں نہیں لاتے، جو کہ دونوں کے عظیم تر عوامی مفاد میں ہے؟ کیا امریکا نے ایک بار پھر اپنی کامیابی کا خواب دیکھا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دشمن کو کامیابی کی راہ معلوم ہی نہیں ہے۔ وہ دنیا پر وہ اپنی پرانی حیثیت برقرار رکھنے میں بُری طرح ناکام ہے۔ اپنی قوت و طاقت دکھانے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملانا ان کی مجبوری ہے۔

ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ امریکا افغانستان میں ہوش کے ناخن لے۔ اپنے پیش رووں کی ناکامیوں سے خود کو بچایا جائے۔ زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے افغانستان سے اپنا بوریا بستر گول کر نکل جائیں۔ مزید شرائط کے علاوہ اپنے لیے کوئی ایسی راہ منتخب کی جائے، جس میں رسوائی سے بچنے کی کوئی راہ ہو۔ اگر وہ اس پالیسی کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو تو یہ ان کی اپنی جمہوریت کے خلاف ہے۔ یہاں کے اکثریت کی حق تلفی ہے۔

ذوالکلام

عید الفطر کے بعد کی جہادی فتوحات

جب امارت اسلامیہ منصوری آپریشن کا آغاز ہوا ہے، مجاہدین مسلسل پیش قدمی کر رہے ہیں۔ فتوحات کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا ہے، جو اللہ کے فضل و کرم سے تادم جاری ہے۔ افغانستان کے طول و عرض میں مجاہدین کی جنگی حکمت عملی اندرونی و بیرونی افواج بوکھلا گئی ہیں۔ اس صورت حال میں غاصب افواج روایتی و غیر روایتی طرز پر پروپیگنڈا مہم پر اتر آئی ہیں، لیکن اِس راہ سے بھی انہیں ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اب افغان عوام ان پروپیگنڈوں کی حقیقت سمجھ گئے ہیں۔

عید الفطر کے بعد مجاہدین نے دشمن پر نہایت کامیاب حملے کیے ہیں، جن کے نتیجے میں کئی اضلاع مکمل طور پر مجاہدین کے زیر نگیں آ گئے ہیں۔ کئی سو افغان فوجیوں نے مجاہدین کے ساتھ مل کر امارت کے سفید پرچم تلے اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کرنے کا عہد کیا ہے۔ دشمن کو اس دوران سخت ہزیمت کا سامنا ہے۔ وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہے۔ افغانستان کے طول و عرض میں فتوحات کا یہ سلسلہ ایک کامیاب و ماہر سپہ سالار کی قیادت کا پتا دے رہا ہے۔ حالیہ فتوحات کے احوال پڑھتے ہوئے غیر جانب دار تجزیہ نگار امارت اسلامیہ کے روشن مستقبل کی خبر دے رہے ہیں۔ عنقریب افغان و غیر ملکی افواج الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوں گی۔ افغانستان کے طول و عرض میں ایک بار پھر امارت اسلامیہ کے سفید جھنڈے لہرا کر اسے اسلام اور امن کا قلعہ ثابت کریں گے۔ ان شاء اللہ

سی این این کی خبر کو مغربی دنیا میں سب سے زیادہ مستند مانا جاتا ہے۔ اس کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک فوجی اہل کار کا کہنا ہے کہ اب کی بار ہم نے پہاڑ سے ٹکر لی ہے۔ وہ ایسی کامیاب حکمت عملی سے لڑتے ہیں، جس کا جدید وسائل سے لیس افواج کے ہاں تصور بھی نہیں ہے۔ مجاہدین کے عزائم نہایت بلند اور ناقابل شکست ہیں۔ دشمن ہی کے بقول کہ جب لڑائی ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خندہ پیشانی سے موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔ حالانکہ میدان جنگ میں مضبوط سے مضبوط اعصاب رکھنے والے کا پِتّہ پانی ہو جاتا ہے۔

مجاہدین نے پچھلے چند ہفتوں میں جو تاریخی کامیابیاں حاصل کی ہیں اور جن اضلاع پر کنٹرول قائم کیا ہے، ان میں گزرگاہ، نور، پشت کوہ، لولاش، تیورہ، تگاب، خان آباد، گرشک اور نیش شامل ہیں۔ ان اضلاع میں مسلسل کارروائیوں کی بدولت دشمن کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اسی دوران ڈھائی سو سے زائد افغان فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ اتنی ہی تعداد میں مجاہدین کے ساتھ مل کر غاصبین کے مکمل انخلا اور اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے اپنی کوششیں وقف کر چکے ہیں۔ اسی طرح تیورہ میں دو سو محصور سپاہیوں میں سے 135 مجاہدین کے ساتھ مل گئے ہیں۔ صوبہ بغلان کے علاقے پل خمری میں مجاہدین نے کئی چیک پوسٹیں اپنے کنٹرول میں لے لی ہیں۔ جب کہ وہاں سے باقی فوجیوں کے بھاگ جانے سے اسلحہ و دیگر ساز و سامان مجاہدین کے ہاتھ آ گیا ہے۔ کابل میں انٹیلی جنس کی دو منی بسوں پر فدائی حملے میں 37 سینئر و جونیئر تفتیش کار ہلاک ہو گئے، جس کے نقصان کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ کچھ روز قبل مجاہدین نے صوبہ غزنی کی ضلع گیلان کی ایک چیک پوسٹ پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں پولیس سربراہ سمیت سات دیگر اہل کار بھی ہلاک ہو گئے۔ اسی روز ہلمند کے ضلع ناوہ میں مجاہدین نے افغان فورسز کی ایک چیک پوسٹ پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں درجنوں فوجی ہلاک ہو گئے۔

یہ حالیہ کامیابیوں کی صرف ایک جھلک ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے افغان میڈیا دیکھیں۔

مجاہدین کی نئی جنگی حکمت عملی

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ ہر سال نئے نام سے آپریشن کا اعلان کرتی ہے۔ اسی دوران جنگی حکمت عملی بھی تبدیل ہوتی ہے۔ مجاہدین کی پیچیدہ جنگی حکمت عملی اور منصوبہ بندی سمجھنے کے لیے تجربہ اور صلاحیت درکار ہے۔ دوسری طرف امریکی فوج اور اس کے ماتحت لڑنے والی افغان فوج کے پاس تجربہ ہے اور نہ ہی صلاحیت۔ جب کہ اور ان کا مقابلہ ان لوگوں سے ہے، جو سالہا سال سے 'پہاڑی جنگ' کا عملی تجربہ رکھتے ہیں۔ سچے مؤقف کے حامل مجاہدین قید و بند سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی موت کا ڈر ان کے راستے کی رکاوٹ بنتا ہے، بلکہ وہ تو شوقِ شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر لڑتے ہیں۔ ان کے مدمقابل افغان اہل کاروں کی محض چھ ماہ کی قلیل مدت کی عسکری تربیت اُن کی جانوں کے ساتھ کھلا مذاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر جنگ میں بڑی تعداد میں افغان اہل کاروں کی ہلاکتیں ہوتی ہیں۔ حالیہ ایک ہفتے میں سیکڑوں فوجی ہلاک، سیکڑوں زخمی اور بڑی تعداد میں گرفتار ہوئے ہیں۔

افغانستان میں جنگ کی بنیادی وجہ غیر ملکی افواج کی موجودگی ہے۔ افغان جنگ کا آغاز امریکا نے کیا ہے۔ اس کا خاتمہ بھی امریکا ہی کے ذمہ ہے۔ جب تک امریکا یہاں موجود رہے گا، یہ جنگ جاری رہے گی۔ امریکا کے صدارتی الیکشن کے بعد افغانستان میں عام تاثر یہ تھا کہ ٹرمپ شدت پسند ہیں۔ وہ اپنے افغان اتحادیوں کے مطالبات تسلیم کر کے ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کریں گے۔ ان کے مطالبات پر من و عن عمل درآمد کریں گے، تاہم یہ اس وقت محض ایک خیالی پلاؤ ثابت ہوا، جب ٹرمپ کی تقریب حلف برداری میں اشرف غنی کو مدعو نہیں کیا گیا۔ افغان حکام کا اپنے مطالبات کے حق میں مسلسل اصرار کے باوجود ٹرمپ کی عدم دل چسپی نے انہیں مایوس کر دیا ہے۔ کئی ماہ گزرنے کے باوجود افغانستان سے متعلق ابھی تک نئی امریکی انتظامیہ نے باضابطہ اپنی پالیسی کا اعلان نہیں کیا ہے۔ ٹرمپ اور ان کا عملہ نئی پالیسی بنانے میں مصروف ہے۔ تاہم ان کے درمیان شدید اختلافات موجود ہیں۔ صدر ٹرمپ کا مؤقف ہے کہ افغانستان سے متعلق ماضی کی تمام پالیسیاں ناکام ہیں۔ اب نئی حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے۔

امریکی فوجی اسٹیبلشمنٹ اور ٹرمپ انتظامیہ کے درمیان صرف اس بات پر اتفاق رائے قائم ہوا ہے کہ وحشیانہ فضائی حملوں میں اضافہ کیا جائے۔ یہی ہے گزشتہ دو سال کی نسبت رواں سال بمباری میں 65 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ امریکی فوج نے حال ہی میں ایک رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق 2017 کے ابتدائی چھ ماہ کے دوران انہوں نے افغانستان میں 1600 بم گرائے ہیں۔ جب کہ 2015 میں 298 اور 2016 میں 545 بم گرائے گئے تھے۔ وحشیانہ بمباری سے عام لوگوں کے زیادہ متاثر ہونے کی وجہ سے مجاہدین حتی قبضے سے رُکے ہوئے ہیں۔ امریکی بمباری کی وجہ سے علاقہ مکین نقل مکانی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ نقل مکانی نہیں کر پاتے، انہیں جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ قندوز کی مثال سامنے ہے۔ جس میں گرلز اسکول اور متعدد گھر تباہ اور کئی لوگ شہید اور زخمی ہو گئے تھے۔ امریکا جان بوجھ کر شہری آبادی پر بمباری کرتا ہے، تاکہ عوام کی حفاظت کی خاطر مجاہدین علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ امریکا عوام کا دوست ہے اور نہ ہی افغان اجرتی فورسز کا بہی خواہ ہے۔ اسی وجہ سے مجاہدین اور افغان عوام کے علاوہ سرکاری

اہل کاروں پر بھی وقتاً فوقتاً بمباری کرتا ہے۔ حال ہی میں بلمند اور فاریاب میں بمباری کر کے درجنوں فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔

امریکا اور اس کے حواریوں کی ناکام پالیسی کے مقابلے میں مجاہدین کی پالیسی نہایت موثر ہے۔ مجاہدین کے کم نقصان اور افغان اہل کاروں کی زیادہ ہلاکتوں کی یہی وجہ ہے۔ مجاہدین نے اپنی کارروائیاں چند مخصوص علاقوں کے بجائے افغانستان کے کونے کونے میں پھیلادی ہیں۔ ہر جگہ ایک مخصوص اسپیشل فورس یونٹ تیار کیا ہے، جو ہر وقت دشمن پر حملہ کر سکتا ہے۔ پہلے سیکڑوں مجاہدین جمع ہو کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے، لیکن اب چند مخصوص تربیت یافتہ اور جدید ہتھیاروں سے لیس مجاہدین کو یہ ذمہ داری دی جاتی ہے کہ دشمن کی تمام چیک پوسٹوں کو فتح کر کے دیگر مجاہدین کے لیے راہ ہموار کریں۔ تقریباً ہر علاقے میں تربیت یافتہ "لیزری قطعہ" (افغان فوجی اصطلاح) مخصوص فورس موجود ہے، جو نشانہ بازی میں مہارت رکھتی ہے۔ وہ جدید امریکی ہتھیاروں سے لیس ہے۔ (جدید ہتھیار براہ راست یا بالواسطہ امریکی فوج سے غنیمت میں حاصل کیے گئے ہیں) یہی وجہ ہے سیکڑوں فوجی چند مجاہدین کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایک دو گھنٹے کی جنگ کے میں دس سے پچاس، حتی کہ ستر تک اہل کار ہلاک ہو جاتے ہیں۔ جب کہ باقی اہل کار راہ فرار اختیار کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ جس کے بعد مجاہدین موقع پر پہنچ درجنوں مفتوحہ چوکیوں میں بھاری مقدار میں موجود اسلحہ، ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں۔ حال ہی میں قندھار کے ضلع خاکریز میں 74 فوجی ہلاک اور چھ کو گرفتار کیا گیا۔ غور کے ضلع تیورہ میں 70 فوجی اہل کار ہلاک اور 30 زخمی ہوئے۔ فاریاب کے ضلع لولاش میں درجنوں اہل کار ہلاک اور 130 گھیرے میں آنے سے گرفتار ہو گئے۔ پکتیا کے ضلع جانی خیل میں 15 اہل کار ہلاک اور 15 گرفتار کیے گئے، جس کی ویڈیو بھی جاری کی گئی۔ جب کہ صوبہ بدخشان کے ضلع تگاب میں 40 فوجی ہلاک اور 20 گرفتار ہوئے۔

مجاہدین سمجھتے ہیں کہ امریکی بمباری کے بغیر اجرتی فورسز میں لڑنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جب ان کی توجہ ایک جگہ مرکوز ہوتی ہے تو امریکی طیارے فوری طور پر بمباری کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ مجاہدین چند تربیت یافتہ اور تجربہ کار ساتھیوں کے ذریعے فوج کو مصروف رکھ کر وہ کسی اور ضلع پر بھرپور تیاری کے ساتھ حملہ کر دیتے ہیں۔ چناں چہ ایک دو گھنٹے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے۔ گزشتہ سال افغان آرمی نے قندوز میں بڑے فوجی آپریشن کا اعلان کیا۔ اس نے دو ماہ کی تیاریوں کے بعد قندوز کے ضلع دشت آرچی میں سیکڑوں ٹینکوں، فوجی گاڑیوں اور ہزاروں فوجیوں کے بل بوتے مجاہدین کے خلاف آپریشن شروع کر دیا، لیکن اسی رات قندوز کے گورنر مولوی عبدالسلام اخند نے مجاہدین کو فوری طور پر قندوز شہر پر حملے کا حکم جاری کر دیا۔ صبح سویرے چودہ سو مجاہدین نے تین اطراف سے قندوز شہر پر دھاوا بول دیا۔ مجاہدین دو گھنٹے کے اندر قندوز کے مرکزی چوک تک پہنچ گئے۔ کٹھ پتلی حکومت نے ضلع دشت آرچی میں آپریشن روک کر تمام فوجیوں کو قندوز شہر بچانے کے لیے فوری طور پہنچنے کی ہدایت کر دی۔ اس حکمت عملی کے تحت مجاہدین نے دشت آرچی میں دشمن کا آپریشن ناکام بنادیا۔ اسی طریقے سے دشمن کا مورال گرتا ہے اور اس کے اخراجات میں بھی کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔ امریکا بھی بیک وقت درجنوں محاذوں پر سیکڑوں طیارے بمباری کے لیے نہیں بھیج سکتا۔ ظاہر ہے دشمن کو شکست ہوگی اور ایک دوسرے سے ان کا اعتماد ختم ہوگا۔ حال ہی میں امریکی اور افغان فوجیوں نے ہلمند کے ضلع ناوہ پر آپریشن شروع کیا۔ چار اضلاع ان کے نشانے پر تھے۔ مجاہدین نے ایک دن کے اندر حکمت عملی بنا کر ضلع گریشک پر خوف ناک حملہ کر دیا۔ دشمن ناوہ چھوڑ کر گریشک کی طرف دوڑ پڑا۔ امریکی فوجی بھی حواس باختہ ہو گئے اور گریشک میں اپنے ہی تربیت یافتہ افغان اہل کاروں پر بمباری کر کے چار کمانڈروں سمیت 17 افغان فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق مجاہدین نے ایک ہفتے کے دوران افغانستان بھر میں پانچ اضلاع اور 170 چوکیاں فتح کرنے میں کامیاب ہوئے، جب کہ مجموعی طور پانچ سو افغان فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

مذکورہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کی پالیسی اور جنگی حکمت عملی پرانی ہے۔ جب کہ مجاہدین ہر سال پالیسی میں تبدیلی کے ساتھ جنگی حکمت عملی اور منصوبہ بندی تبدیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالی مجاہدین کی مدد فرمائے۔ استعماری قوتوں کو افغانستان کی مقدس سرزمین پر ذلت آمیز شکست سے دوچار کرے۔ آمین

نفرت آمیز اور وحشیانہ جنگ!

بشیر احمد

افغانستان میں سامراج کی مسلط کردہ جنگ اتنی پیچیدہ شکل اختیار کر چکی ہے کہ خود امریکا کو بھی واپسی کا راستہ نہیں مل رہا۔ امریکی جرنیلوں سے لے کر سیاست دان اور دانش ور سب اس بات پر متفق اور امریکی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ افغانستان میں جاری جنگ امریکی مفاد میں نہیں، بلکہ امریکی مفادات کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہی ہے۔ امریکا اس جنگ کو طول دینے کے بجائے اسے ختم کرنے کی پالیسی اختیار کرے۔ امریکی دانشوروں کا خیال ہے کہ امریکا کی جانب سے افغان جنگ کے لیے دیے جانے والے اخراجات فضول ہیں۔ ایک نااہل اور بدعنوان حکومت کی حمایت کے لیے اتنی خطیر رقم خرچ کرنا غیر ضروری ہے، جس کا امریکا کو فائدے کے بجائے نقصان ہو رہا ہے۔

حال ہی میں اشرف غنی کی جانب سے ٹرمپ انتظامیہ سے تعاون بڑھانے کے مطالبے پر امریکا نے کہا کہ ہم مزید تعاون کرنے سے قاصر ہیں۔ کب تک ہم ایک ایسی حکومت کی مدد کرتے رہیں گے، جو جنگ جیتنے کے قابل نہیں ہے۔ بڑی تعداد میں امریکی سیاست دان اور قلم کار اپنی حکومت سے پُرزور مطالبہ کر رہے ہیں کہ امریکا فوج کے انخلا کے لیے موجودہ مواقع سے فائدہ اٹھائے۔ 'اسٹیپ چاپ مان' نامی کالم نگار نے لکھا ہے کہ جس طرح ٹرمپ کی باتوں سے پتا چلتا ہے کہ وہ افغان جنگ کے خاتمے کے لیے پُرعزم ہیں تو انہیں ضرور یہ قدم اٹھانا چاہیے۔ افغانستان سے تمام امریکی فوج کا مکمل انخلا یقینی بنائیں۔ کیوں کہ ہمارے لیے وہاں کامیابی کے امکانات ختم ہوگئے ہیں۔ ہم واقعی افغان جنگ ہار گئے ہیں۔ ہم نے وہاں بہت وقت ضایع کیا ہے، لیکن کامیابی نہیں مل سکی۔ کالم نگار نے مزید لکھا کہ یہ سچ ہے ہم افغان جنگ ہار گئے ہیں۔ جب اتنے عرصے سے ہم یہ جنگ نہیں جیت سکے تو پھر کب جیتیں گے؟ افغانستان میں امریکا اور نیٹو کے کمانڈر جنرل نکسن کی جانب سے مزید فوجیوں کی تعیناتی کے مطالبے پر امریکی سیاست دانوں اور کالم نگاروں نے کہا ہے کہ چند ہزار فوجی بھیجنے سے اس پیچیدہ جنگ میں کامیابی حاصل کرنا محض ایک خیال ہے۔ اگر ہم واقعی اس جنگ میں کامیابی چاہتے ہیں تو پھر ہمیں بہت بڑی فوج وہاں تعینات کرنا ہوگی، جب کہ ہم یہ نہیں کر سکتے۔

امریکی ذرائع کے مطابق 'اب تک امریکا افغانستان اور عراق میں چار ٹریلین ارب ڈالر اخراجات برداشت کر چکا ہے، جس پر گزشتہ ہفتے ٹرمپ نے کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اتنی زیادہ رقم سے ہم دوبار امریکا تعمیر کر سکتے تھے۔ لہٰذا ہمیں موجودہ گمبھیر صورت حال سے نکلنا چاہیے۔ جب کہ افغانستان کے عوامی اور حکومتی حلقوں میں بھی امریکا کی ظالمانہ فوجی موجودگی اور اس کی شرانگیز اخلاق و تہذیب کے خلاف آوازیں اٹھ رہی ہے۔ پہلے جو لوگ امریکی یلغار کے حامی تھے اور اب بھی کٹھ پتلی حکومت میں اعلی عہدوں پر تعینات ہیں، وہ امریکی

فوجیوں کی موجودگی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ امریکا افغان قوم کی جان، مال، عزت اور ناموس کا چور ہے۔ وہ آزادی اظہار رائے اور ڈیموکریسی کے نام پر ان کا احترام، وقار، عزت اور جرأت چھین لینا چاہتا ہے۔ اس بارے میں غلام پارلیمنٹ کے رکن عبید اللہ بارکزئی کا حالیہ اظہار خیال واضح ثبوت ہے۔ انہوں نے ایک کانفرنس سے خطاب کے دوران کہا کہ 'تاریخ میں کبھی بھی افغان عوام اتنے ذلیل، خوار اور بے عزت نہیں ہوئے، جتنے آج ذلیل اور خوار ہوئے ہیں۔ امریکا ہم سے آزادی اظہار رائے کے نام پر ہمارا دین، غیرت، حیا، اقدار اور عزت چھین رہا ہے۔'

بارکزئی نے بتایا کہ مَیں ایک مرتبہ قندھار میں پارلیمنٹ کے چند ارکان کے ہمراہ ایک امریکی جنرل کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھا۔ مَیں نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلا تو دیکھا کہ قریب دیوار کے اس طرف نیم برہنہ افغان لڑکیاں امریکی فوجیوں کے ساتھ والی بال کھیل رہی ہیں۔ گیٹ پر مامور ایک افغان چوکی دار نے جب مجھے دیکھا تو فوراً دروازہ بند کر دیا۔ مَیں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے بتایا کہ یہ 70 افغان نوجوان لڑکیاں ہیں، جو امریکی فوجیوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہیں۔ وہ روزانہ اسی طرح نیم برہنہ حالت میں امریکی فوجیوں کے ساتھ کھیلتی ہیں۔ ہم بے بس ہیں، کچھ نہیں کر سکتے۔' بارکزئی نے مزید بتایا کہ اب بھی بڑی تعداد میں افغان لڑکیاں دن رات امریکی فوجیوں کے ساتھ کام کاج کرتی اور اپنی عزت نیلام کر رہی ہیں۔

یہ ایک رکن پارلیمنٹ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ اس کے علاوہ مزید کیا ہو رہا ہے؟ گروپوں کی شکل میں نوجوان لڑکیاں امریکی اڈوں میں کام کاج کے نام پر اپنا آپ برباد کر رہی ہیں۔ بلاشبہ یہ ان لوگوں کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ شرم کی بات ہے کہ چند ڈالر کے بدلے اپنی عزت فروخت کر رہی ہیں۔

ظاہر ہے جو لوگ خود کو مسلمان اور افغان سمجھتے ہیں، وہ امریکی فوج سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کے خلاف جہاد کرتے ہیں، لیکن جو لوگ امریکیوں سے نفرت نہیں کرتے اور ان کے جرائم پر خاموش تماشائی بنے رہتے یا ان کا دفاع کرتے ہیں تو ایسے لوگ اسلام اور افغانیت کے دائرے سے نکل گئے ہیں۔ وہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں اور نہ ہی افغان! یہی وجہ ہے مجاہدین امریکی فوجیوں کو نشانہ بنانے کے علاوہ امریکی نژاد افغانوں کو بھی نشانہ بناتے ہیں۔ ان پر جارحانہ حملے کرتے ہیں۔ یہی لوگ امریکی فوجیوں کے دفاع کے نام پر مجاہدین کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

افغانستان میں امریکی موجودگی نہ صرف افغانستان کے استحکام کے لیے خطرہ ہے، بلکہ پورے خطے کی سلامتی کے لیے ایک چیلنج ہے۔ امریکا ہی کی وجہ سے پورا خطہ بدامنی کی آگ میں جل رہا ہے۔ آج پاکستان اور افغانستان کے درمیان جو اختلافات اور مسائل ہیں، وہ بھی امریکی فوج کی موجودگی کے باعث ہیں۔ جس دن امریکا افغانستان سے نکل گیا تو تمام مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خطے کی تمام مقتدر قوتیں امریکا کی بے دخلی کے لیے ایک پلیٹ فارم پر آ جائیں۔ امریکا کے انخلا اور افغانستان کی آزادی و خودمختاری تسلیم کرنے کے لیے افغان عوام کی حمایت کریں۔ اب افغان عوام سمجھ گئے ہیں کہ موجودہ حالات میں جہاد ہی کی بدولت ان کی جان، مال، ایمان، اسلام اور عزت محفوظ رہ سکتے ہیں۔ وہ اب اسی لیے ہر میدان میں مجاہدین کا بھرپور ساتھ اور جانی ومالی قربانی دیتے نظر آتے ہیں۔

پیارے سپاہی!

قاری حبیب

پیارے افغان فوجی! مجھے معلوم ہے کہ آپ اس افغانستان کے باشندے ہیں۔ آپ کے والد مسلمان، والدہ مسلمان اور آپ کا خاندان صدیوں سے مسلمان چلا آرہا ہے۔ جب آپ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے کان میں گرجے کا ناقوس نہیں بجایا گیا تھا، بلکہ بیت اللہ والی اذان 'اللہ اکبر، اللہ اکبر' کہی گئی تھی۔ آپ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ایک مسلمان خاتون کا دودھ پیا۔ آپ نے اسلام کا نام لیواؤں کی سرزمین پر بچپن گزارا۔ افغانستان کی مقدس سرزمین کی آب و ہوا میں بڑے ہوئے۔ جب آپ کا سلسلہ نسب مسلمانوں والا ہے تو کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ آپ اپنے مذہب اور نسب کے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ اپنا اسلامی پس منظر بھلا دیا۔ اپنی ماں کی 'اللہ اکبر' کی صدائیں، اپنے خطے کے اسلامی تشخص اور جہادی تاریخ کو پس پشت ڈال دیا۔ ماضی کی روشن تاریخ کو لات ماری اور جا کر امریکی سامراج کی گود میں بیٹھ گئے۔

پیارے سپاہی! اپنے مسلمان خاندان اور مسلم قوم کو دیکھتے ہوئے کیا نہیں سمجھ سکتے کہ آپ اپنے معاشرے سے دور ہو رہے ہیں؟ اپنوں سے بے گانہ ہوئے۔ اپنے دین اور قرآن کی ہدایات ترک کر دیں اور اب اسلام دشمنوں کی صف میں کھڑے ہو؟

پیارے سپاہی! اپنا احساس زندہ کر کے اپنے کردار کا جائزہ لیں۔ یہاں اسلام اور کفر کی جنگ جاری ہے۔ کفار نے آپ کے ملک پر قبضہ اور آپ کی قوم کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ اُس نے یہاں اسلامی حکومت اور قرآنی نظام کے نفاذ کا راستہ روکا ہے۔ ہمیں جمہوریت اور آزادی کے فرسودہ نعروں سے دھوکہ دیا گیا ہے۔ ہم پر چند تنخواہ دار کٹھ پتلی حکمرانوں کو مسلط کیا گیا ہے۔ امریکا نے ہماری قوم کی تذلیل کی ہے۔ اسلام کی توہین کی اور ہمارے علاقے کو اپنے فوجی اڈے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ قابض استعماری قوتوں کے خلاف مجاہدین نے شریعت کے مطابق جہاد شروع کیا ہے۔ مجاہدین امریکی فوج پر حملے کر رہے ہیں۔ امریکی فوج نے اپنے دفاع کے لیے فوج، پولیس، کمانڈوز، سرحدی پولیس اور دوسرے ناموں سے افغان نوجوانوں کو تربیت دے کر ڈھال کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے یہ نوجوان امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے اپنی جان داؤ پر لگائے ہوئے ہیں۔

پیارے سپاہی! آپ فوجی ہیں۔ اسپیشل فورس کے اہل کار ہیں۔ سرحدی فورسز کے اہل کار ہیں۔ ملیشیا یا پولیس کے رکن ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آپ کو تنخواہ امریکا دے رہا ہے۔ آپ کے استاد امریکی کافر فوجی ہیں۔ آپ کو وہی لوگ تربیت دیتے ہیں۔ آپ کی وردی، آپ کا ہتھیار اور آپ کا جنگی پروگرام مغربی استعماری طاقتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ مغربی ممالک اپنے دفاع کے لیے آپ کو استعمال کر رہے ہیں۔ وہ خود کے بجائے آپ کو اس جنگ میں ایندھن بناتے ہیں۔ خون آپ کا بہہ رہا ہے، جب کہ جنگ کا فائدہ امریکا اٹھا رہا ہے۔ وہ آپ کو تنخواہ اور

فوجی وسائل اس لیے فراہم کر رہا ہے کہ آپ ان کے دفاع کے لیے خود کو قربان کرتے ہیں۔ آپ اُن کے دفاتر، فوجی اڈوں اور قافلوں پر جہادی حملوں میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

پیارے سپاہی! زندگی بہت قیمتی ہے۔ یہ زندگی صرف ایک بار کا موقع ہے۔ اگر یہ اللہ کے دین کے خلاف گزر گئی تو آخرت کی ابدی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اُن لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا، جن کے ساتھ دنیا میں رہتا تھا۔ امریکی مفاد کے لیے لڑنے والے تمام افغان فوجی قیامت کے دن بش، اوباما اور ٹرمپ کی صف میں اٹھائے جائیں گے۔ اور قیامت کے دن بش، اوباما اور ٹرمپ کا ٹھکانہ تو سب کو معلوم ہے۔

اللہ نہ کرے ایک مسلمان کا بیٹا ٹرمپ کے ساتھ جہنم میں چلا جائے۔

پیارے سپاہی! آپ یقین کریں کہ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کا انجام اس طرح ہو کیوں کہ آپ مسلمان ہیں، آپ جہنم کے مستحق نہیں بلکہ جنت کے حقدار ہیں، آپ کو چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور ہم وطنوں کے ساتھ جنت حاصل کریں، اللہ نہ کرے کہ کفار کے ساتھ آپ کا ٹھکانہ بھی جہنم بنے۔

پیارے سپاہی! اب تک آپ کا جو بھی وقت کافروں کے ساتھ گزر گیا ہے، سو گزر گیا ہے۔ اب بھی موقع ہے۔ ابھی تک زندہ ہو۔ اپنی غلطی کا احساس کریں۔ آخرت کی فکر کریں۔ اپنے گناہوں اور غلطیوں پر اللہ سے معافی مانگ لیں۔ اگر آپ نے یہ موقع ضایع کر دیا اور کافروں کی خدمت میں اپنی جان گنوا دی تو قیامت کے دن آپ کا حشر بھی ان جیسا ہوگا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اس مارنے والے شخص کو اس کافر کے ساتھ جہنم میں یکجا نہیں کیا جائے گا۔' مطلب یہ ہوا کہ جو شخص کافر کو قتل کرے تو اس کے لیے جنت واجب اور اس پر جہنم حرام ہے۔ کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے تو اسے مارنے والے مسلمان کا ٹھکانہ سو فیصد جنت ہے۔

پیارے سپاہی! آپ فوجی بیرکوں، تعلیمی اداروں، چوکیوں اور جنگی حالات میں ہمیشہ اُن امریکی اور دیگر غیر ملکی فوجیوں کی حمایت میں اپنی قوم کے خلاف کھڑے ہیں، جنہیں شریعت نے واجب القتل قرار دیا ہے۔ یہ دنیا کے بدترین درندے ہیں، جو نہ صرف افغانستان بلکہ تمام اسلامی خطوں عراق، شام، فلسطین اور مختلف جگہوں پر مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھا رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی مجاہد اور غازی بننا چاہتے ہیں کہ تو براہ کرم ان کافروں پر فائرنگ کر کے انہیں جہنم رسید کر دیں! یقین جانیے، اس کارنامے سے اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنے کے ساتھ دنیا میں بھی سُرخ رُو ہوں گے۔ آپ کا خاندان اور رشتے دار قیامت تک آپ کے اس اعزاز اور کارنامے پر فخر محسوس کریں گے۔ آپ کا نام افغانستان کی تاریخ میں غازی محمد اکبر خان، ایوب خان، میر مسجدی خان اور ببرک خان کی طرح سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

جس طرح آپ کے ساتھی ننگرہار میں عبید اللہ کنڑی اور بلخ میں کمانڈو مسعود پکتیاوال نے کافر امریکی فوجیوں پر فائرنگ کی اور انہیں موت کے گھاٹ اتار کر مظلوم مسلمانوں کا انتقام لیا۔ وہ غازی عوام کی عدالت میں ہیرو بن کے ابھرے اور ہمیشہ کے لیے سُرخ رُو ہوگئے۔ بہت سے لوگوں نے ان کی تصویریں فیس بک آئی ڈیز میں پروفائلز پر نصب کر کے ان سے والہانہ محبت کا اظہار کیا۔ ہیرو کی طرح ان کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ آپ بھی ہیرو اور غازی بن سکتے ہیں۔ یہ موقع آپ کے پاس بھی ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں سُرخ رُو ہو سکتے ہیں۔ آج موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کل کسی جنگ میں ہلاک ہو کر دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں۔ کفر کی صفوں میں اچانک موت آنے سے پہلے اقدام کریں اور پہل کریں۔ غازی بن کر اسلام و ملت کا دفاع کریں یا شہادت کا اعلیٰ مقام حاصل کر کے ابدی زندگی کا سکون پالیں۔

افغانستان مئی 2017 میں

احمد فارسی

مئی 2017 کے میں مجاہدین کی کارروائیاں ماضی کی طرح کامیاب اور نمایاں رہی ہیں۔ کئی علاقے، پوسٹیں اور اضلاع مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوئے ہیں۔ اس ماہ کچھ دیگر اہم واقعات بھی پیش آئے، جن کی مختصر تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے:

جارحیت پسندوں کا جانی نقصان:

رواں سال کے مئی میں دشمن کو بھاری نقصانات کا سامنا رہا ہے۔ جس پہلے واقعے میں جارح بیرونی دشمن کو اندازے سے بڑھ کر نقصان اٹھانا پڑا، وہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ میں پیش آیا۔ اس میں فدائی مجاہدین نے جارحیت پسندوں کی پناہ گاہ پر کامیاب حملہ کیا۔ اس کے ایک روز بعد ایک بکتر بند ٹینک سڑک کے کنارے نصب بارودی سرنگ کا نشانہ بنا، جس میں 6 فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ 3 مئی کو کابل کے شش درہ علاقے میں بھی فدائی مجاہدین کی جانب سے گروپ حملہ ہوا۔ تحقیقی رپورٹوں کے مطابق عینی شاہدین نے ایک درجن ہلاک اور زخمی افراد جائے وقوعہ پر پڑے دیکھے۔ جب کہ دشمن نے محض تین افراد کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا۔ 14 مئی کو پروان کے ضلع بگرام میں سڑک کنارے نصب بارودی سرنگ کے دھماکے میں 4 اہل کار ہلاک ہوگئے۔ تحقیقی رپورٹ کے مطابق مذکورہ اعداد و شمار کے باوجود دشمن نے اس ماہ کسی بھی فوجی کی ہلاکت کا اعتراف نہیں کیا۔ یوں رواں سال کے مئی میں دشمن کی اعترافی ہلاکتوں کی تعداد 4 رہی ہے۔ جب کہ گزشتہ 16 سالہ جارحیت میں ہلاکتوں کی اعترافی تعداد 3532 بن گئی ہے۔

دشمن کو ہونے والے نقصانات:

2 مئی کو مغربی ادارے سیگار نے اعلان کیا کہ کٹھ پتلی فوج کی ماضی کی نسبت اس سال زیادہ ہلاکتیں اور نقصانات ہوئے ہیں۔ انہی رپورٹوں کے مطابق رواں سال کے پہلے دو ماہ میں 807 فوجی ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے ہیں۔ اگرچہ دشمن کی تمام ہلاکتوں کے اعداد و شمار میسر نہیں، مگر ذیل کے واقعات کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ انہیں گزشتہ مہینوں میں کتنا نقصان ہوا ہے! 3 مئی کو ایک پولیس کمانڈر اپنے 8 مسلح ساتھیوں سمیت قندھار میں دارالمعلمین کے مضافاتی علاقے میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد 7 مئی کو اس صوبے کا پریس مشیر بھی مجاہدین کے گوریلا حملوں میں ہلاک ہوگیا۔ 10 مئی کو اسی صوبے کے ضلع سپین بولدک میں بم دھماکے سے ایک کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ 14 مئی کو پکتیا کے ضلع گردیز میں اربکیوں کا ایک کمانڈر اپنے 6 ساتھیوں سمیت ہلاک ہوگیا۔ دو روز بعد صوبہ کنڑ میں نام نہاد 'انسانی حقوق' کارکن اور ریڈیو افسر ایک راکٹ حملے میں ہلاک ہوگئے۔ اس طرح کے ایک اور واقعے میں 29 مئی کو پکتیکا کے ضلع شیخ آباد کا ضلعی سربراہ بھی اپنے محافظوں سمیت ہلاک ہوگیا۔

دوستانہ بمباری:

24 مئی کو جارحیت پسندوں نے قندوز مرکز میں طیاروں سے افغان فوج پر بمباری کر دی، جو انہی صلیبیوں کی خدمت، ان کی فکر کو عام کرنے اور ان کی

رضامندی کے حصول کے لیے اپنے افغان بھائیوں کو مارتے ہیں۔ یہ بمباری، جسے صلیبی اپنا حق اور کٹھ پتلی فوج اپنی بے بسی کہتی ہے، اس میں 40 سے زیادہ فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ گزشتہ مہینے بھی امریکا نے اروزگان کے ضلع ترینکوٹ اور کاپیسا کے ضلع تگاب میں افغان فوجیوں کو اپنی بمباری کی زد پر رکھا اور بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان سے دوچار کیا۔

بے بس شہری اور بے رحم جنگجو:

مئی کا مہینہ بھی افغان عوام کے لیے ماضی کی طرح درد والم سے بھرپور رہا ہے۔ یہ شہری ایسے فوجیوں کے حصار میں ہیں، جنہیں خود پر بھی رحم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اگرچہ عوام پر ہونے والے مظالم کے تفصیلی واقعات متعلقہ کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں آچکے ہیں، جو ہر ماہ الامارہ ویب سائٹ پر شایع ہوتے ہیں، البتہ یہاں چند واقعات ذکر کرتے ہیں:

یکم مئی کو امریکی ڈرون کی بمباری میں ننگرہار کے ضلع ہسکہ مینہ میں دو افراد شہید اور چار زخمی ہوگئے۔ 8 مئی کو ذرائع ابلاغ پر یونیورسٹی کے اس طالب علم کی شہادت کی خبر شایع ہوگئی، جسے کچھ عرصہ قبل میدان وردگ میں ایک اربکی کمانڈر نے گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ 13 مئی کو غزنی کے ضلع اندڑ میں ایک اربکی نے اپنی ماں اور دو دیگر آدمیوں کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔

تازہ دم جارحیت پسندوں کی آمد:

جھوٹا دشمن ایک جانب یہ دعوی کرتا ہے کہ اس نے مجاہدین کو شکست دے دی ہے۔ دوسری جانب 'افغان فوج' نامی 4 لاکھ اجرتی قاتل اور پولیس اہل کار بھی غیر ملکیوں کی نمائندگی میں جنگ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اس کے باوجود بیرونی جارحیت پسند تازہ دم فوجیوں کی تلاش میں ہیں۔ یکم مئی کو نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے ایک جرمن اخبار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'نیٹو افغانستان میں مزید فوج کی تعیناتی پر غور کر رہا ہے۔' اس تنظیم کا اجلاس جون میں ہوا تھا، جس میں اس معاملے پر بحث ہوئی تھی۔ حالانکہ 13 ہزار جارح فوجی پہلے سے افغانستان میں موجود ہیں۔ اس خبر کی اشاعت کے بعد تاریخ 29 کو آسٹریلین حکام نے اعلان کیا کہ ہم نیٹو مطالبے پر 30 تازہ دم فوجی افغانستان بھیجنے کو تیار ہیں۔

منصوری آپریشن:

منصوری آپریشن کو شروع ہوئے دو ماہ ہو رہے ہیں۔ مئی میں کئی کامیاب کارروائیاں ہوئی ہیں۔ مجاہدین نے یکم مئی کو بادغیس کا ضلع 'غورمارچ' فتح کر لیا۔ اس ضلع کے اعلی حکام تسلیم کرتے ہیں کہ قادس، ابکمری اور مقر کے اضلاع پر بھی مجاہدین کی جانب سے حملے شروع ہیں، جس کی وجہ سے مذکورہ تینوں اضلاع بھی ہمارے ہاتھ سے نکلنے والے ہیں۔ اسی روز مجاہدین نے ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ میں بھی جارحیت پسندوں پر گروپ حملہ کیا، جس میں دشمن بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار ہوا۔ ایک روز بعد بدخشان میں بھی دشمن مجاہدین کے آتشیں حملے کا شکار رہا۔ یہ حملے ضلع اشکاشم اور مقر کے پاس پولیس، ملی اردو اور اربکیوں کے مشترکہ اڈے پر ہوئے۔ اس اڈے میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا، جب کہ بہت سی چیک پوسٹیں ان کے فسادی وجود سے پاک ہوگئیں۔

3 مئی کو قندھار کے ضلع میوند میں بھی دشمن پر حملوں کا آغاز ہوگیا، جس میں کچھ چیک پوسٹیں فتح ہوئیں۔ ان میں موجود فوجی ہلاک یا فرار ہوگئے۔ ایک روز بعد سرپل کے ضلع صیاد میں بھی مجاہدین نے 10 چیک پوسٹیں فتح کر ڈالیں۔ 6 مئی کو قندوز کا ضلع قلعہ ذال بھی چند روزہ جنگ کے بعد مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔ اس فتح میں مجاہدین کو بے شمار غنیمتیں ہاتھ آئیں، جب کہ دشمن کو بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔ 7 مئی کو قندوز کے ضلع خان آباد پر بھی شدید حملے ہوئے، جس میں اربکیوں اور پولیس کو بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔ 12 مئی کو اروزگان مرکز میں افغان آرمی کی کئی تنصیبات پر حملے ہوئے، جس میں دشمن کے کم از کم 15 فوجی ہلاک ہوئے۔ 25 مئی کو مجاہدین نے غزنی میں کوئیک رسپانس کے مرکز، جیل، آئی جی پولیس کے دفتر اور کچھ دیگر سرکاری عمارتوں پر ایک ہی وقت میں ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی صوبے کے ضلع واغظ پر بھی

شدید حملے ہوئے، جس میں یہ ضلع اپنے تمام تر وسائل اور اسباب کے ساتھ مجاہدین کے ہاتھ آگیا۔ اس کے تین روز بعد مجاہدین نے بادغیس کے ضلع درہ بوم مرکز اور آئی جی آفس پر قبضہ کر لیا۔ 27 مئی کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے خوست میں اسپیشل فورسز کے کانوائے پر حملہ کیا۔ اسپیشل فورسز وہ یونٹ ہیں، جنہیں خصوصی امریکی ٹرینرز سے تربیت دلوائی جاتی ہے۔ وہ براہ راست بیرونی افواج کی نگرانی میں رہتے ہیں۔ اس حملے میں فورسز کے درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ جب کہ اس کے تمام جنگی وسائل راکھ بن گئے۔

داخلی حملے:

مئی میں کئی بار امریکی اور کٹھ پتلی فوجیوں کی باہم لڑائیاں ہو چکی ہیں۔ 16 مئی کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں پہلی لڑائی ہوئی، جس میں ایک اربکی اہل کار پوسٹ پر موجود اپنے 3 ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد نامعلوم مقام کی طرف فرار ہوگیا۔ 22 مئی کو ایک کمانڈر ہلمند کے ضلع سنگین میں اپنے 8 ساتھیوں کو مارنے کے بعد وہاں سے صحیح سلامت بھاگ گیا۔ 28 مئی کو ایک پولیس اہل کار زابل کے ضلع شنکی میں اپنے چھ ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ 30 مئی کو اروزگان کے ضلع چوری میں پولیس اور ملی اردو کے درمیان ہونے والی لڑائی میں دونوں جانب کے کم از کم 10 افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

پھانسیاں:

گزشتہ چند سالوں سے اب تک میدان جنگ میں جب بھی کرائے کے فوجیوں نے شکست کھائی ہے تو اپنی شکست اور بدنامی چھپانے کے لیے جھوٹ اور پروپیگنڈے کا سہارا لیا گیا ہے۔ اپنا غصہ اتارنے کے لیے مظلوم قیدیوں کو پھانسیاں دی جاتی ہیں، جن کو تشدد کر کے مختلف واقعات کی ذمہ داری لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایک بار پھر 8 مئی کو خبر ملی کہ امارت اسلامیہ کے 11 قیدیوں کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ امارت اسلامیہ نے کٹھ پتلی انتظامیہ کے اس اقدام کو غیر شرعی، غیر قانونی اور ہر طرح کے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ امارت نے دھمکی ہے کہ اگر کیا گیا تو مجاہدین اپنی ساری توجہ سکیورٹی اور عدالتی قوتوں کے خلاف مبذول کر کے انہیں اپنے خطرناک حملوں کا نشانہ بنائیں گے۔

کابل کا حالیہ حملہ:

31 مئی کو کابل میں ایک پُراسرار حملہ ہوا، جس میں بہت سے بے گناہ افغان شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اس حملے کی نوعیت اب تک واضح نہیں ہو سکی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ممکنہ طور پر یہ جارحیت پسندوں کا فضائی حملہ ہے، جسے ظاہری صورت یہ دی گئی ہے، جیسے یہ 'فاضل مواد' کا ٹینکر ہے۔ شواہد کو دیکھتے ہوئے اس دعوے کا جھوٹا ہونا سورج سے زیادہ عیاں ہے۔ ہو سکتا ہے ان حملوں کے اس سے زیادہ برے نتائج سامنے آئیں، جو اب تک ظاہر ہوئے ہیں۔ حملے کے بعد بہت سی سیاسی تنظیموں اور سول سوسائٹیز نے اعلان کیا ہے کہ اس حملے میں کابل انتظامیہ کی ممکنہ شرکت کے خلاف بڑے مظاہرے اور احتجاج کیے جائیں گے۔

عسکری مصالحت:

حکمت یار کی تنظیم 6 ماہ قبل امن اور صلح کے نام پر صلیبی انتظامیہ کی ہم نوالہ و ہم پیالہ بن گئی ہے۔ ایک ماہ قبل اس تنظیم کے سربراہ بھی منظر عام پر آگئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس اقدام کی توجیہ کے لیے اب بھی صلح کا نام استعمال کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ لوگ چاہتے ہیں دوسروں کو بھی اس جال میں پھنسا دیں، مگر ان کی مصالحت کا یہ ڈھونگ ہمیشہ مجاہدین کے خلاف تند و تیز جنگی بیانات سے بھرپور ہوتا ہے۔ 13 مئی کو مذکورہ حزب اسلامی نے اعلان کیا کہ اپنے 3500 مسلح افراد کی لسٹ صلیبی انتظامیہ کو دیں گے، تاکہ انہیں افغان فوج میں 'ذمہ دارانہ خدمات' انجام دینے کا موقع مل سکے۔ علاوہ ازیں 100 افراد کی ایک لسٹ نیشنل سکیورٹی کو بھی دی گئی ہے، تاکہ ان حزبیوں سے جمہوریت کی خدمت کا کام لیا جا سکے۔ مگر نیشنل سکیورٹی کے اداروں نے لسٹ میں موجود افراد کو مسترد کر دیا ہے۔

جنگی جرائم مئی 2017

سید سعید

افغانستان کا خطہ ہمیشہ سے اسلام دشمن قوتوں کی نظروں میں کھٹکتا رہا ہے۔ ہر کافر یہاں کے مسلمانوں کے سینوں سے ایمان اور زمین کے پیٹ سے مادیت کا سامان لوٹنے کے چکر میں رہتا ہے۔ اس کے لیے جنگوں کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ اسی آگ کا ایک سلسلہ امریکی ناجائز تسلط ہے۔ جس کے سترہ برس گزرنے کو ہیں۔ اسی کا تسلسل ہے کہ 3 مئی کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب میں قرغان نامی علاقے میں مقامی افواج کے ہاتھوں فائرنگ کے نتیجے میں چار افراد شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے علاقے ممزو میں داخلی افواج کی فائرنگ سے دو خواتین شہید ہو گئیں۔ اس سے اگلے دن صوبہ فاریاب کی ضلع قرہ غولی کے علاقے میں افغان فوج کے مارٹر پھینکنے سے ایک ہی گھر کے چار افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

5 مئی کو داخلی فوج کے حملے میں صوبہ غورو کے ضلع شہرک کی مسجد نگار، دھن مسجد نگار اور خم بادشاہ میں تین خواتین، سات بچے اور پانچ افراد شہید کر دیے گئے۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ گاؤں کو پہلے لوٹا گیا اور پھر اسے جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ اسی روز صوبہ نورستان کے ضلع وانٹ اور ایگل کے ننگرام نامی علاقے میں مقامی فوج نے عوام کے گھروں پر حملہ کر کے چار خواتین سمیت دو بچے شہید کر دیے۔

6 مئی کو صوبہ بدخشان کے ضلع اشکاشم کے علاقے میں داخلی فوج نے دو اساتذہ مولوی امر الدین اور قاری بشیر احمد کو شہید کر دیا۔ یہ دونوں افراد ضلع وردوج کے علاقے قلات کے ایک دینی مدرسے میں پڑھاتے تھے۔

11 مئی کو صوبہ زابل کے ہیڈ کوارٹر قلات میں خوڑی کے علاقے میں مقامی مسجد کے پیش امام ملا امام کو داخلی فوج نے بلاوجہ شہید کر دیا۔

12 مئی کو صوبہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے اقدرہ میں بھاری اسلحے سے حملہ کر کے دو بچوں اور خواتین سمیت دس افراد کو زخمی کر دیا۔

14 مئی کو صوبہ لغمان کے مرکز مہترلام کے علاقے عمرزئی میں داخلی فوج کے حملے میں ایک ہی گھر کے پانچ بچے شہید ہوگئے۔

15 مئی کو صوبہ قندھار کے ضلع میوند کے علاقے گل زمان بازار میں داخلی فوج نے ایک چھاپے کے دوران چودہ افراد کو بلاوجہ قید کر لیا۔

18 مئی کو صوبہ کاپیسا کے مرکز شوخی میں داخلی فوج نے بھاری اسلحے سے حملے کر کے دو عام شہریوں کو شہید، جب کہ دو کو زخمی کر دیا۔

22 مئی کو صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے 'فارم دوم' نامی علاقے میں غاصب فوج نے افغان فوج کی مدد سے عوام کے گھروں میں چھاپے مارے، بعد ازاں اس علاقے پر وحشیانہ بمباری کر کے پچاس کے قریب مویشی بھی ہلاک کر دیے۔

23 مئی کو صوبہ بادغیس کے ضلع درہ بوم میں مجاہدین اور افغان فوج کے مابین سخت جھڑپ ہوئی۔ بعد ازاں افغان فوج نے بمباری کر کے خواتین اور بچوں سمیت بیس افراد شہید اور دس زخمی کر دیے۔ اسی دن ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے بیتو نامی علاقے میں غیر ملکی فوج نے افغان فوج کی مدد سے لوگوں کے گھروں کے دروازے بموں سے اڑا کر وہاں چھاپے مارے۔ تلاشی کے وقت گھروں کی قیمتی اشیاء لوٹ کر فرار ہوگئے۔ اس کے بعد مجاہدین اور مشترکہ فوج کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ جس پر غاصب فوج نے اپنی فصل میں پانی لگانے والے دو بزرگوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ دس افراد کو قید کر لیا۔

24 مئی کو صوبہ زابل کے ضلع 'خاک افغان' کے علاقے بیتو میں غاصبین نے افغان فوج کی مدد سے تین خواتین اور ایک جوان کو شہید کر دیا، جب کہ پانچ افراد کو زخمی حالت میں قید کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

25 مئی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع خاک افغان میں سید آباد کے علاقے میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک شخص شہید، جب کہ دوسرا زخمی ہو گیا۔ اسی طرح میدان وردگ کے علاقے کلی خار میں ایک مقامی فوجی اہل کار نے رحمت اللہ اور بوزک گاؤں میں ایک سفید ریش بزرگ عزت اللہ کو شہید کر دیا۔

حوالہ جات: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامی چینل، پژواک، خبریال ویب سائٹ، لراوبر، نن ټکی آسیا وغیرہ

رمضان المبارک ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	32				99	14	18	11	15	
-2	ہلمند	53	2	2	2	218	79	23	9	9	2
-3	غزنی	12				19	15	4	0	2	
-4	خوست	9				32	12	7	3	3	
-5	نورستان	22				24	24	5	0	4	
-6	میدان وردگ	1									
-7	کونڑ	24				125	78	24	0	5	
-8	پکتیکا	9				13	5	2	0	0	
-9	زابل	19				22	19	1	1	3	
-10	لوگر	23				38	21	7	3	6	
-11	کاپیسا	22				16	14	3	0	0	
-12	روزگان	25		11	3	57	45	6	2	2	
-13	پکتیا	6				11	12	5	0	1	
-14	فراہ	43				82	47	10	4	8	
-15	کابل	10				11	15	3	0	0	
-16	ننگرہار	46				65	41	9	1	3	
-17	لغمان	25	1			42	10	4	1	0	1
-18	ہرات	5				4	1	0	0	1	
-19	نیمروز	21				29	22	6	0	0	
-20	بادغیس	4				9	3	0	0	0	
-21	قندوز	16				21	14	4	0	0	
-22	بغلان	35	1			265	57	8	9	3	2
-23	فاریاب	13				44	14	4	2	3	
-24	غور	3				15	4	1	0	0	
-25	پروان	3				8	2	1	0	0	
-26	تخار	4				13	14	0	0	0	
-27	سمنگان	2				5	10	4	1	1	
-28	بدخشان	3				4	10	1	0	4	
-29	بامیان										
-30	بلخ	5				7	3	3	2	2	
-31	جوزجان	3				17	2	0	3	6	
-32	دائی کنڈی	1									
-33	سرپل	2				6	0	1	0	0	
-34	پنجشیر	1				0	3	0	0	0	
مجموعہ		502	4	13	5	1321	610	164	52	81	5

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year July 2017

امریکا کی ہٹ دھرمی پر مبنی سیاست اور مذموم جنگی جنون نے عالم اسلام کی "اعلیٰ اور معیاری قیادت" کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ 'سپرپاور کے نام پر تباہی پھیلانے والے امریکی ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا جائے۔'

زیر نظر تصویر قندھار کے فدائی حملے کی ہے، جس میں امریکا یا مغرب کا "ٹیکنالوجی کا غرور" افغانستان کی ایک عام سی سڑک پر خاک آلود ہو رہا ہے۔